بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰـــنِ الرَّحِيمِ

Sweet First Fruit

A Tale of the Nineteenth Century,
On the Truth and Virtue of the Christian Religion.
Translated from the Arabic, and abridged.
With an Introduction & Translated
BY
Sir William Muir

اثمارِ شیریں

تعارف اور مترجم

سر ولیم میور صاحب

۱۹۰۰

فہرستِ مضامین

اثمارِ شیریں

دیباچہ مترجم

اثمارِ شیریں ،ایک عربی کتاب الباکورة الشهية کا اردو ترجمہ ہے ۔ صدیوں مسیحیت کی صداقتوں کو توضیح اور ان پر اعتراضوں کی تردید میں یہ سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ مدمقابل شخص کے مذہبی خیالات کا لحاظ جس عزت کے ساتھ یہاں کیا گیاہے اس نے اس کتاب کا رتبہ اور بھی افزوں کردیا ہے۔ مصنف کی غرض مسیحیت کی صداقتوں کا اظہار ہے اور اس کی طرف دعوت دینا ۔ مسیحی مذہب کی تائید اور تردید میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کو نہایت عام فہم پیرائے میں پیش کردیا گیاہے۔ مسیحیت کی راہ میں گامزن ہونے کے دوران جو حالات خوف وخطر وایذائیں سامنے آتیں ہیں انہیں بھی دکھانے کی کوشش اچھی طرح کی گئی ہے۔

مصنف قدیم مشرقی جماعت کا مسیحی ہے اور چونکہ جس ملک میں وہ رہتاہے مذہبی آزادی وہاں نہیں ہے اور اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ اسے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے کی وجہ سے جن تکالیف اور آزمائیشوں سے دوچار ہونا پڑا تھا ان کے بیان نے نومرید مسیحیوں پر کیا کچھ بیتتا ہے ان کی جھلک خود اپنے ذاتی تجربہ کی روشنی میں دکھایا ہے۔ موجودہ ترجمہ لفظی نہیں جو صرف عام فہم عبارت میں نفس مضمون کو سامنے رکھ دیا گیاہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو دان حق پسند حضرات اس کا مطالعہ توجہ اور غور سے فرمائینگے اور ہدایت پا کر حقیقی منجئی سیدنا عیسیٰ المسیح پر ایمان لا کر حیاتِ ابدی کے وارث ہوں گے!

جی اڈلفی

مقدمہ

اس ملک وہاب کا شکر اور تعریف ہو جس نے سچائی کو اپنی کتاب حق کے ذریعہ سے ظاہر کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے خلقت کو ہدایت اور نصحیت بخشے اور اپنی عظمت اورجلال کا اظہار کرے۔اس کے بعد راقم کتاب ہذا عرض کرتاہے کہ اس نے یہ کتاب اس لئے تالیف کی ہے کہ اس میں حقائق وقائع مذہبی کو بطور محاورہ اور مناظرہ کے ناظرین کے سامنے پیش کرے اس نے اس کی تصنیف میں کسی قسم کی فصاحت وبلاغت سے کام لینے کی طمع نہیں کی بلکہ اس کو صرف ایسے طریق پر لکھ دیا ہے جس کی نسبت اسے گمان تھا کہ اہلِ عقل وانصاف کے نزدیک مقبول ہوگا اس لئے اصحاب اہلِ علم وفضل سے امید ہے کہ اگر وہ اسمیں کسی قسم کی کمی یا عیب پائیں تو راقم کو معذور رکھیں لیکن جہاں کہیں غلطی دریافت کریں اس کی اصلاح فرمالیں۔

اب میں خدا تعالیٰ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو باعثِ برکت بنائے اور اس کے پڑھنے اور سننے والے اس سا فائدہ اٹھائیں وہی سچا مددگار اور رفیق ہے۔ ہر حالت میں اور ہمیشہ اس کی حمدوستائش ہو۔

آمین

فصل اول

ایک مسیحی کے ایک دعوتی خط پر علماء کے مشورے

شہر حلب کے ایک مسیحی یوحنا غیور کی دمشق کے ایک شیخ عبدالھادی سے گہری دوستی تھی اور اکثر وخط وکتابت دینی امور پر ہوا کرتی تھی۔ ایک دن مسیحی نے اپنے مسلم دوست کے نام ایک خط لکھا جس میں دو باتوں پر زور تھا۔ ایک تو یہ کہ کتاب مقدس (بائبل) جو اس وقت بھی موجود ہے۔ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ صرف مسیحی دین جس کا اس کتاب میں ذکر ہے، وہی حقیقی خدا کا دین ہے۔

شیخ ہادی نے کئی بار اس خط کو پڑھا پھر شہر کے ایک بڑے عالم جناب علی عمر کے پاس اس خط کو لیجا کر ان سے درخواست کی اس خط کو بغور مطالعہ کرکے مجھے صلاح دیجئے کہ آیا کوئی مناسب سا جواب بھی اس کا دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شیخ علی نے تمام مضامین پر خوب غور وفکر کرنیکے بعد جواب دیا کہ مناسب تو یہ ہے کہ پہلے اس میں اپنے بعض برادران دینی کو بھی دکھاؤں اور ان کی رائے جاننے کی کوشش کرلوں۔ ھادی صاحب کو بھی یہ رائے پسند آئی۔ بعد ازاں درج ذیل حضرات کومدعو کیا گیا:

شیخ عبد الحلیم، شیخ محمود رافعی، شیخ سلیمان فاضل، حضرت عمر آفندی زاکی، حسن آفندی، سید ابراہیم مصطفیٰ، سید حسین ابو نصر، سید عمر حارس، سید مصطفیٰ حقانی اور سید عبد القادر فصیح،

جب یہ حضرات شیخ علی عمر کے مکان میں تشریف لے آئے تو خاطر مدارات کے بعد شیخ علی نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا:

حضرات محترم!

اس وقت آپ کو تکلیف دینے کی وجہ ہے کہ ایک معاملہ میں آپ کی رائے معلوم کی جائے۔ایک مذہبی خط شیخ عبدالہادی کو ایک مسیحی دوست سے موصول ہوا ہے۔ جس میں مسیحی صداقتوں کو بخوبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے اچھی طرح آپ سن لیجئے پھر اپنی قیمتی رایوں سے ہمیں نوازئیے۔ خط کا مضمون یہ ہے:

" معظمی شیخ صاحب بعد سلام مادجب عرض ہے کہ عقل سلیم کا کام ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے خدائے تعالیٰ کی ہستی، اس کی قدرت وحکمت اور اس کے کمال کی بزرگی کا ادراک کرے۔ لیکن وہ تمام مقاصد وغایات جو خدائے عزوجل نے انسان کی نسبت رکھا ہے نیز اس کی عبادت کے مقبول طریقے وہ دریافت کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے ہم جماعت انسانی کے اختلاف دیکھتے ہیں۔ چنانچہ الہیٰ احسان وکرم نے ان ہی باتوں کو اعلان ووحی کے ذریعہ انسان پر منکشف کردیا ہے۔ اس نے ہمارے بزرگوں کیساتھ خواب ورویا کے ذریعہ ، موسیٰ کلیم کے ساتھ ازلی اعلانات حکمت اور قدرت کے کاموں کے ذریعے تمام وصایا احکام وفرائض، موجودہ وآئندہ آنے والے بندوں کے ایمان وعمل کے دستور کے طور پر تحریر کرکے عطا کردئیے۔ اور چونکہ ہر دور کے انسانوں کی طرح بنی اسرائیل بھی راہ الہیٰ سے بھٹکتے رہے تھے اس لئے اللہ نے ہر زمانے میں ایسے بزرگوں کو برپا کیا جن پر اپنی وحی اتاری، تاکہ ان کو قوم کی طرف پھیر لانے کی ذمہ داری دے چنانچہ حضرات انبیاء ان کو وعظ ونصیحت سنا کر، عاقبت کے عذاب سے ڈرا کر، خدا کی طرف رجوع لانے کی ترغیب دیتے رہے اور بڑی بڑی باتوں کی پیش خبری بھی اپنے دعوائے رسالت کے ثبوت میں نیز کلام کی صحت پر مہر کرنے کے لئے طرح طرح کے معجزے دکھاتے رہے۔ ان نبیوں نے موسیٰ سے لیکر ظہور مسیح سے چار سو سال پیشتر تک کی تمام نبوتوں، تعلیموں کو کتابوں میں درج کردیا ہے۔ جنہیں بنی اسرائیل زندہ خدا کی کتاب مانتے ہیں۔ پھر یہ ساری کتابیں تین سو سال قبل از مسیح ایک جگہ

مجلد کردی گئیں اور عنایات الہیٰ سے آج تک ہر طرح کی تحریف وتغیر وتبدل سے سلامت رہ کر محفوظ چلی آئی ہیں حتیٰ کہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب ہے نہیں جس کی صحت کی بابت اتنی زیادہ شہادتیں موجود ہوں ! ہم صرف دو دلیلیں اور وہ بھی بطور اختصار آپ کی جناب میں پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں :

اول : کتاب کا غایات انسانی سے سلامت ہونا

کتاب مقدس (بائبل) کی قدامت اور اس کے متون کا عبرانی زبان میں وجود ہے اس کے مختلف زبانوں میں جو ترجمے ہوئے ہیں وہ بھی مسیحیوں کے پاس موجود ہیں اور جو بعد مقابلہ بالکل اصل عبرانی متون کے موافق ہیں ، سوائے چند ایسی جزوی باتوں کے جن سے اساسی تعلیموں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا حالانکہ اس کتاب میں ایسی نبوتیں بھی ہیں جو مسیح کی مخالفت دشمنی کے اہل یہود کے رویوں کو صاف صاف رد کرتی ہیں۔ باوجود ان اختلافات صریحہ کے نہ یہودیوں نے نہ مسیحیوں نے کبھی انہیں پنے خیالات کے ---موافق بنانے کی غرض سے کبھی کوئی تبدیلی کی۔ یہ کتاب خدا کی حفاظت میں رہ کر سدا سلامت رکھی گئی ہے اور باوجود اختلافات ودشمنی کے کسی انسانی ہاتھ کو کبھی اس میں دست درازی کی جرات نہیں ہوئی۔"

دوم : " کئی سو سال پیشتر دی گئی اس کی پیش خبریاں کچھ تو پوری ہوچکی ہیں۔ اور کچھ پوری ہونے کو ہیں۔چنانچہ ہر زمانہ اور ہر صدی کہ جس کے حالات کی نسبت اس میں خبر دی گئی ہے اس کی صحت کی مضبوط گواہ ہیں ۔"

جناب عالی ! یہ دلائل کتابِ مقدس کی کامل صحت کے کافی گواہ ہیں۔جب آپ کتاب کی صحت اور سالمیت پر یقین کرلیں گے تو اپ ان باتوں پر بھی جو اس میں تحریر ہیں۔ خدا کی ایک راہ اور ایک ہی دین ہے جیسا کہ وہ خود بھی ایک ہے ! دنیا کے سارے مذاہب وعقائد جو متضاد و مختلف ہیں کیا وہ سب کے سب خدا کی طرف سے ہیں اور اس کی مرضی کے مطابق ہیں ؟ یقیناً نہیں ۔ حالانکہ ہر مذہب والا یہی خیال کرتا ہے کہ اس کا دین ، دین حق ہے۔ اس معمہ کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم سارے عقل اور پورے دل کے ساتھ خدا کی کتاب کی طرف جو راستی کا حقیقی سر چشمہ ہے ، رجوع کریں ۔ دلائل مذکورہ کی بنا پر اگر آپ کتابِ مقدس کی صحت کو تسلیم کرلیں تو لازم آتا ہے کہ سیدنا مسیح کو بھی اپنا منجی مان کر ایمان لے آئیں کیونکہ مسیح کی نسبت بڑی روشن ولفظی اور معنوی شہادتیں ہیں جو ناقابل انکار ہیں۔ ان کی نسبت طرح طرح رموز اور اشارات وکنائیے ہیں جو سوائے ان کے اور کسی کے حق میں صادق ہی نہیں آتے ۔ درحقیقت وہی سچا منجی اور شفیع ہے۔

ساری تفصیلیں کہ وہ کس فرقے میں جنم لینگے ، آپ کی عجیب وغریب ولادت، زمانہ ولادت ومقام تولد، آپکی پاکیزگی ، مخالفت تحقیر وذلت جو دشمنوں کے ہاتھوں ہونے والی تھی ، موت کے طور ، کفن ودفن ، جی اٹھنا اور خدا کی طرف اٹھایا جانا وغیرہ وغیرہ ساری باتیں تو مسیح کی ذات میں پوری ہوچکی ہیں جیسا کہ انجیل شریف شاہد ہے۔ انجیلی واقعات کی صحت پر مسیح کے رسولوں کے ہاتھوں واقع معجزات سے مہر ہوچکی ہیں۔ ان رسولوں کی نیتوں کی صحت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے مسیح کے نام کی خاطر طرح طرح کے آلام سہے اور اپنی گواہی پر اپنے خون کی مہر ثبت کر گئے !

اس خیال کو باطل ٹھہرانا کہ " خدا کا دوسرا اقنوم مجسم ہوا اور انسان کی نجات کے لئے اس نے اپنی جان دیدی "۔ درست نہیں ہے کیونکہ اقنوم ثانی کا تجسم فوق العقل تو ضرور ہے لیکن خلاف عقل ہرگز نہیں ! یہ تو خدا کی باتوں کا خاصہ ہے کہ انسانی عقل سے بالا ہوں۔ کہ خالق جل اعلیٰ کی ماہیت اپنی مخلوقات کے ادراک سے بلند وارفع ہو! اس کی مخلوقات کو ہی لیجئے ۔ کون سی چیز ایسی ہے جس کی کمیت یا کیفیت ہماری عقل سے باہر نہیں ہے ! جیسے باپ کے کام اس کے شیر خوار بچے کی عقل وسمجھ سے بہت بلند ہوتے ہیں تو بھی بچہ مان لیتا ہے کہ اس کا باپ سارے کام کرسکتا ہے۔اور جب باپ اس کو اپنے بعض کام کی نسبت

خبر دیتا ہے کہ میں نے کیا ہے تو بچہ مان لیتا ہے ۔ ہم بھی خدا کے پیدا کردہ بچے ہیں۔ بچوں کی سی عقل ہے ہماری، جو دنیا کی اشیاء کی کیفیات دریافت کرنے میں عاجز رہ جاتی ہے تو خدا کی ذات اور اس کے کاموں کی کیفیت کا دریافت کرلینا کیسا کچھ مشکل ہے! لہذا کسی شئے کا عقل کے ادراک سے باہر ہونا اس کے عدیم الوجود یا محال ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی ۔ انسان کے بس میں تو فقط اتنا ہی ہے کہ زیر نظر اشیاء وواقعات کا مشاہدہ کرلے ، امتحان وتمیز کرلے، نفع ونقصان جان لے ، نہ کہ اس کی کیفیات کا ادراک! اس لئے وہ امور جو خدائے تعالیٰ اپنی ذات کے اپنی قدرت وحکمت کے متعلق الہام ووحی سے ظاہر کردے ، انہیں قبول کرلینا چاہیے ۔ وہ فہم وتصور سے بالا بھی ہوسکتی ہیں۔اس لئے جو باتیں عقل کے دائرہ امکان سے پرے ہوں ان کی خطا کی طرف نسبت کرنا نادانی کی بات ہے۔

اب رہا یہ اعتراض کہ اگر یہ اللہ تھا جس نے دکھ اٹھایا تو وہ اللہ ہی نہیں۔ اگر یہ ابن اللہ تھا تو جب وہ صلیب پر لٹکایا گیا تو اس کا باپ کہاں تھا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ عدل الہیٰ کا تقاضا پورا ہوجائے اور گنہگار کے گناہ بھی معاف ہوجائیں، جو شخص دین مسیح کو دور ہی سے دیکھنا پسند کرے گا وہ کبھی اس کی حقیقت کے کنہہ تک نہیں پہنچے گا۔

مسیحی عقیدہ یہ ہے کہ " مسیح نے جو اللہ کا کلمہ اور اقنوم ثانی ہے اپنی الہیٰ ذات سے اپنی قدرت کے وسیلہ سے جسم ونفس انسانی اختیار کرلیا اس لئے اس میں دو طبیعتیں متحد ہوگئیں متمیز طور پر یعنی انسانی طبیعت اور الہیٰ طبیعت ۔ اس کی الہیٰ طبیعت پر کسی عرض کا، مثلاً بھوک، تکلیف ، رنج والم وموت کا دخل نہیں۔ لیکن اس کی انسانی طبیعت پر یہ باتیں واقع ہوتی ہیں ۔ انجیل بتاتی ہے کہ کلمہ مجسم ہوا اور خدا کا یہ بیٹا جسمانی لحاظ سے داؤد کی نسل سے پیدا ہوا ، دکھ اٹھایا اور جسم کے لحاظ سے مارا بھی گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آگ کپڑے کو تو جلادیتی ہے لیکن زری اور سونے کے تار کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ اس کی موت کی تکلیفوں نے صرف اس کی انسانی طبیعت پر اثر تو کیا لیکن یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اس کی طبیعت پر ان کا کچھ اثر ہوپاتا۔ کیونکہ کسی مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ خالق کو ضرر پہنچا سکے۔دونوں طبیعتوں کے اتحاد والے شخص کا ذات واحد بن جانا عقل کے ادراک سے باہر تو ضرور ہے تاہم محال نہیں ہے اسی سے اللہ کی کاملیت میں بھی کوئی نقص عائد نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کی محبت کے کمال کا اظہار ہے کہ خلقت انسانی کو اپنا پیارا بیٹا عطا کیا جس سے عدل ورحم کے تقاضے پورے ہوئے۔ صلیب فقط مسیح کی طبیعت انسانی پر واقع ہوئی تھی بموافق مشیت الہیٰہ تاکہ اپنے بیٹے کے خون سے گنہگار سے انسان کا فدیہ دے اور بے پایاں محبت کا دنیا میں مظاہرہ کردے! باپ (خدا) کی مرضی روز اول سے ہی مقرر ہوچکی تھی کہ بشر انسانی کی نجات اس طرح کی جائے گی ، تو یہ بات ٹل کیسے سکتی ہے ؟ اور جب بیٹے پر یہ ظاہر ہوا کہ یہی ایک سبیل ہے عدل ورحم کے یکجا ہونے کی تو اس نے تجسم لیا اور جسم میں موت کا دکھ اٹھایا اور زندگی کو موت کی غلامی سے آزاد کردیا۔ باپ (خدا) نے بھی اس کو اس پیالے کے پینے سے معذور رکھنا مناسب نہ جانا کیونکہ انسان کی بھلائی اس میں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی پہلے زمانہ میں اپنے بیٹے کی قربانی کی مثال پیش کی تھی۔

جناب عالی! اس مسئلہ پر غور کیجئے اور الہیٰ مقصد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے ۔ اکلوتے بیٹے کے ذریعہ فدیہ دینے کے اس الہیٰ کام کی تیاری کی صدیوں پہلے بزرگوں نے خبر دی تھی تاکہ جب واقع ہوجائے تو لوگ اسے فوراً قبول کرلیں۔ اس تدریب اور تدریجی تعلیم میں چار ہزار سال کا عرصہ لگ گیا۔

اول۔ ان وعدوں کے ذریعہ سے کہ جن میں کا پہلا وعدہ یہ کہ " عورت کی نسل سانپ یعنی ابلیس کا سر کچلے گی۔" (بائبل : کتاب پیدائش ۳: ۱۵)۔ پھر وہ وعدے جو حضرت ابراہیم ویعقوب سے کئے گئے کہ " تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی ۔" (پیدائش ۲۶: ۳، ۴)۔

دوم۔ دستور واحکام قرابین کے ذریعے ، جو کہ حقیقت میں مسیح کی قربانی کے رموز تھے، جو جہان کے گناہوں کے لئے عوضاً خدا کے حضور پیش ہونے کو تھی۔ اگر یہ معافی قربانی سے الگ کردیئے جائیں تو ایک حیوان کا ، کسی ذی عقل انسان کے بدلہ میں ، اور بے گناہ کا کسی گنہگار کے عوض میں قربان کرنا کیا عدل کھلا یا جاسکتا ہے ؟ انسان تو اپنے نیک اعمال سے خدائے قدوس کو راضی کر نہیں سکتا بلکہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنی طرف سے شرعی فدیہ ادا کرے اور خدا کے حضور اس کے عدل کے تقاضے سے بری ہو!

سوم۔ نبوتوں کے ذریعے لوگوں کو تربیت دی گئی ! اور جوں جوں مسیح کی آمد کا وقت قریب آتا گیا نبوتوں میں زیادہ وضاحت آتی گئی تا کہ جب وہ دنیا میں آجائے تو اسے پہچاننے اور قبول کرنے میں کوئی وقت نہ ہو۔ چنانچہ یہودی لوگ اس کے آنے کے منتظر تھے(بائبل : انجیل یوحنا ۴: ۲۵) ان نبوتوں سے یہ غرض بھی تھی کہ انسان کے پاس انجیل کی تصدیق سے منکر ہونے اور منجی پر ایمان نہ لانے کی نسبت کوئی عذر نہ رہ جائے !۔

کتاب مقدس کی صحت کے خلاف چند اور اعتراض جو کئے جاتے ہیں ان کا بھی جواب پیش ہے۔ کیا کتاب مقدس کے بعض کلمات وآیات کے اختلاف کے باعث ہم جلدی سے اس کی کلی عدم صحت پر حکم لگادیں ! نہیں ، ہر گز نہیں ! بلکہ پورے طور پر پہلے ان متعدد زمانوں کی بابت جستجو کرنا چاہیے جن میں یہ کتب ربانی نازل ہوئی تھیں۔ان کے کاتبوں کے زمانہ کے مقاصد وغایات کو دریافت کیجئے ۔ کیونکہ زمانوں کا فرق، حالات کا الگ الگ ہونا اور مقاصد میں اختلافات اور پھر ان کی تحریروں کے مختلف اسباب معلوم کرنیکی کوشش کرنا چاہیے یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے بعض جملوں میں تناقص کا پیدا ہونا کچھ عجب بات نہیں ! سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اختلافات ان بڑے بڑے مسائل کلیہ میں ، جن کو ظاہر کرنا وحی کی اصل غرض تھی۔ واقع نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان سے اصل غایات وحی پر کوئی اثر نہیں پڑتا!۔

چہارم۔ کتاب مقدس کی تنزیل کی اصل غایت یہ ہے کہ اس کے ذریعے خدا ہم پر ہماری اصل فطرت کو ظاہر کرکے ہمیں ہمارا سبب شقاوت بتادے کہ کس طرح ہم نے اپنے خالق کی شریعت سے سرکشی کی ہے ، اس کی سزا کیا ہے اور ہم اس سزا سے کس طرح بچ کر خدا کی طرف رجوع لاسکتے ہیں۔اب آپ ہی دیکھئے کہ کتاب مقدس کا کون سا حصہ اس غایت کے برخلاف ہے ۔ یہی بات یہ ثابت کرتی ہے کہ سارے صحائف ربانی خدا کی کتاب کے اجزاء ہیں ! جس کو یہود و نصاریٰ کے علاوہ قرآن شریف بھی تسلیم کررہا ہے۔ ظہور قرآن چھٹی صدی عیسوی میں ہوا تھا اس وقت دنیا کی بڑی سلطنتیں مسیحی تھیں۔ عزت ومرتبے میں فوقیت رکھتیں اور ان کا دین چاروانگ عالم میں پھیل چکا تھا۔ مسیحیوں میں کئی فرقے تھے جو عقائد ورسوم کے لحاظ سے باہم مختلف تھے۔ لیکن یہی کتاب اپنی موجودہ حالت میں ، مختلف زمانوں میں سارے فرقوں کے پاس تھی ۔ اب قابل غور یہ ہے کہ ایسے وقت میں قرآن نے یہود و نصاریٰ کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور انہیں تاکید کی کہ ---" اے اہل کتاب جب تک تم توریت وانجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کے پاس سے تمہارے طرف بھیجا گیا ہے قائم نہ کرلو، تم خود کو کسی بنیاد پر نہیں کہہ سکتے ۔" (سورہ المائدہ ۶۸آیت)۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ " اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو سوائے۔ اس طرح کہ جو سب سے بہتر ہو۔" (عنکبوت ۲۹ : ۴۶) یعنی التی ھی احسن کو ساتھ لے کر گفتگو وبحث کرو۔ دیکھئے! ان جگھوں پر تحریف یا تبدیل کا کوئی الزام قرآن نے نہیں لگایا گیا بلکہ کتب ربانی کی اقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کسی فساد کے بغیر اہل کتاب کے پاس موجود تھیں؟ یقیناً کتاب کا اطراف عالم میں طرح طرح کی زبان کیساتھ پھیلنا ان کا اصل عبرانی متون کیساتھ پایا جانا اور اپنی اصل حالت میں کل مسیحی ویہودی گروہ میں ان کی اپنی اپنی زبانوں میں ہونا ۔ کتاب مقدس کے کمالِ صحت کی طرف اشارے کرتا ہے حالانکہ یہود و نصاریٰ باہم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اس کے علاوہ کئی نسخے زمانہ قرآن کے وقت

بھی مسیحی فرقوں کے پاس بڑی خبرداری سے محفوظ تھے۔ ان کے ترجمے اور نقلیں عجیب طور پر ہو بہو متفق ہیں! اس لئے ہم کہتے ہیں کہ کسی امت کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خود کو اس کے مطالعہ، ہدایت و تعلیم سے مستثنیٰ سمجھے! بعضوں کا یہ خیال کتنا ناقص ہے کہ یہ کتاب فلاں امت کے واسطے ہے نہ کہ ہمارے لئے ہے۔ ہر گز نہیں! خدا واحد ہے اس کا دین واحد ہے وہ سب کا خالق ہے سب کی خبر گیری کرتا ہے سب پر ایک ہی سورج چمکاتا ہے سب پر ایک ہی طرح بارش کرتا ہے اپنے انعام ربانی سے سب کو فیضان پہنچاتا ہے! پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی رحمت خاصہ کا اعلان وخوشخبری بھی عام نہ ہو؟ مسیحیت کی خوشخبری نجات سب ہی انسان کے لئے اس کی انجیل کی تبلیغ بھی عام ہے! جیسے روٹی پانی، روشنی وہوا کے بغیر آپ کی زندگی کو قیام نہیں، اسی طرح کتاب اللہ سے بھی آپ مستغنی نہیں رہ سکتے۔ میری طرف سے یہ عرض داشت ایک دوستانہ ہدیہ ہے! میری یہی دعا ہے کہ کتاب مقدس کو ہادی بنا کر سعادت دارین آپ بھی حاصل کرلیں۔

دعا گو: یوحنا غیور یکم اگست ۱۸۶۱ء

جب شیخ عبدالہادی اس خط کو سنا چکے تو حاضرین کافی دیر تک غور کرتے رہے۔ اسکے بعد شیخ علی بولے کہ حضرات آپ نے خط سن لیا اور تمام باتیں معلوم کرلیں۔ اب اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سید ابراہیم بول پڑے کہ صاحبان خط کے دلائل، دعوے اور قضیے کافی مضبوط ہیں۔ کیوں نہ ہم پہلے ایک ایک کرکے ساری باتوں پر غور کرلیں پھر دیکھیں کہ کیا کچھ کیا جاسکتا ہے اس پر عبدالقادر فصیح نے کہا کہ سید ابراہیم کی باتوں سے تو ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک اس خط میں کچھ سچائی بھی ہے میری ناقص رائے تو یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو ہمارے لئے بالکل کافی ہے۔ سارے مسائل واحکام ضرور یہ جو انسانی سعادت کے لئے ضروری ہیں سب اس میں مندرج ہیں۔ وہ بذات خود خدا کی طرف سے معجزہ ہے ساری مشکلوں کے حل کے لئے ہم اس کی طرح رجوع کرتے ہیں۔

بھائیو! اس خط کے اندر گمراہی کا حال چھپا ہوا ہے اسے تلف کردینا چاہیے۔ جواب میں ہم فقط یہ لکھ دیں کہ ہم مسلمان خدا پر اور اس کے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں کہ کسی اور چیز کی ہمیں حاجت نہیں۔

جب وہ بیٹھ گئے تو بزرگوار شیخ عبدالحلیم نے کھڑے ہو کر کہا۔

بھایئو! مسئلہ کو حلم و نرمی سے لو۔ خط میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سماعت کو بری لگے۔ خط کو اپنی عقل وفکر میں جگہ دو۔ اگر کوئی خرابی دیکھو تو چھوڑ دو اگر اچھی بات ہے تو قبول کرو!

عمر آفندی کی رائے ہوئی کہ حمیت وحلم کیساتھ خط پر بحث واجبی ہے تاکہ ہمارے حق میں یہ نہ کہا جائے علماء اسلام پر خشونت ہوتے ہیں میری بھی وہی رائے ہے جو شیخ صاحب کی ہے کہ مسئلہ کی ہر شق پر غور کیا جائے تو ہم پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ ہمیں اس کی نسبت کیا کرنا چاہیے۔ اب وقت کافی ہوگیا ہے میری رائے میں جلسہ کو برخواست کردیا جائے ایک ہفتہ کے بعد ہم سب پھر جمع ہوں اور خط پر بحث کریں شاید ہم طریق عدل کے مطابق اس خط کے جواب سے خلاصی پائیں۔ سارے حاضرین کو یہ رائے پسند آئی اور تقسیم شیریں کے بعد جلسہ برخواست ہوگیا۔

فصل دوم

گفتگو کے دوران شیخ سلیمان دریائے فکر میں غوطہ زن رہے۔

جلسہ کی برخاستگی کے بعد گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ خط کے مضامین پر سوچتے جاتے اور کہتے جاتے تھے بیشک قرآن ، توریت وانجیل کی گواہی صاف طور پر دے رہا ہے ۔ یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب بھی کہتاہے کہ اور یہ بھی مانتاہے کہ اس میں کوئی تحریف نہیں کی گئی ہے۔ جب چھ صدیاں اس پر گذر چکی تھیں تو یہ حال تھاجیسازمانہ قرآن کے وقت تومسیح ضرور ہی خدائے مجسم بن کر گنہگاروں کے گناہوں کے لئے مصلوب ہوئے۔ ان حقائق کورد کرنا بھی مشکل ہے تو پھر کیا دین اسلام کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ ایک طرف تو قرآن شاہد اور کتاب مقدس مشہود ہوئی دوسری طرف پھر ان میں اختلاف کیوں ہے۔ ایک طرف شہادت دوسری مخالفت ! کیا کسی عالمِ دین کے دل میں کبھی یہ بات کھٹکی ہی نہیں، اگر کھٹکی ہے تو اس کا کیاحل نکالاہے ؟ کیوں نہ میں اپنے خیالات کو جناب محمود رافعی پر ظاہر کروں انہیں ایسے قضیوں کو حل کرنے کا بڑا ملکہ ہے ! اسی ادھیڑ بن میں ساری رات بیت گئی ۔ صبح ہوتے ہی وہ رافعی صاحب کے گھر پہنچے وہ انہیں دیکھتے ہی گھبرا گئے ۔ کیوں بھئی کیا بات ہے جو چہرہ اترا ہے ؟ جواب میں انہوں نے ساراماجراکہہ سنایا۔ صاحب موصوف انہیں پائیں باغ میں لے گئے سلیمان نے کہاپہلے میری بات تحمل سے سن لیجئے پھر کوئی حل تلاش کیجئے ، یہ کہہ کر رات میں خط کے مضمون پر جوکچھ غور کیا تھاعرض کردیا۔ شیخ محمود خاموشی سے ساری باتیں غور سے سنتے رہے اور پھر بولے ، صاحب یہ بڑا پریشان کن مسئلہ ہے ۔ آپ تو یہ جانتے ہیں کہ میں قرآن پاک کی تلاوت اور دینی باتوں کا کافی مطالعہ کرتا رہتا ہوں ۔ ایک دن کی بات ہے میں تلاوت کے دوران سورۃ الانعام کی اس آیت پر پہنچا تو بڑا حیران ہوا۔ آیت یہ تھی۔ ان تقولو انما انزل الکتاب علیٰ طائفتین من قبلنا وان کنا عن دار ستھمہ لغافلین (آیت ۵٦) یوں تومیں نے بار بار یہ آیت پڑھی تھی مگر اس روز ایک خاص اثر ہوا جسے میں بیان نہیں کرسکتا۔ آیت کا مطلب یہ تھا :

" اس واسطے کہ مبادا یہ کہو کہ جو کتاب اتری تھی وہ تو ہم سے پہلے کے دو فرقوں پر اتری تھی اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر نہ تھی۔---------"

اس سے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ پھر تو کسی طرح بھی کتاب اللہ کے پڑھنے سے ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے ۔ بعد میں دو آیتیں اور نظر سے گذریں "

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاء مَا يَعْمَلُونَ

ترجمہ: اگر وہ قائم رکھیں تورات وانجیل اور ان کو جو اتارا گیا ان کے رب کی طرف سے تو کھائیں اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ۔ مگر کچھ تو ان میں سے ایسے ضرور ہیں ، جو میانہ روامت کے ہیں اور بہت سے بُرے عمل والے ہیں۔" (سورہ مائدہ آیت ٦٦)

دوسری آیت یہ تھی۔"

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّىَ تُقِيمُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

"کہدو محمد ! کہ اے اہلِ کتاب تم کسی راہ پر نہیں تاوقتیکہ توریت وانجیل کو اور جو کچھ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے ملا انہیں قائم نہ کرو۔"(المائدہ آیت ٦٨)۔

میں نے سالوں سال قرآن کی تلاوت ودرس کیا ہے مگر جس طرح اس دن یہ آیات مجھ سے بولیں پہلے کبھی نہیں بولی تھیں۔ میں نے پہلا جو کام کیا وہ تھا ایک یہودی سے تورات حاصل کرنا ۔ عیسائی کے پاس اسلئے نہیں گیا کہ وہ اکثر اس میں تحریف کرتے رہے ہیں تاکہ عیسیٰ کی الوہیت وصلیب کو ثابت کردکھائیں۔ میں نے ایک دوست سے کتاب مرشد الطالبین کا ایک نسخہ حاصل کیا اور پھر تورات وانجیل کا تقابلی مطالعہ شروع کردیا۔ مجھے دیکھ کر بڑی

حیرت ہوئی کہ دونو کتابیں کس قدر ملتی جلتی اور باہم مطابق ہیں گویا کہ ایک ہی کتاب ہے۔ تب مجھ پر یہ بات روشن ہوئی کہ انہیں الکتاب کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے کہ کیونکہ دونوں کی روح ایک ہی ہے۔ پھر میں نے ان کا مقابلہ قرآن سے کیا اور مجھ پر یہ آشکارہ ہوا کہ قرآن ایک طرح سے تو الکتاب کی موافق ہے اور ایک جہت سے مخالف! موافقت اس بات میں تھی کہ وہ بن باپ کے مسیح کا پیٹ میں پڑنا، مسیح کی پاکیزگی ، ان کے حیرت انگیز معجزات ، ان کا روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونا وغیرہ وغیرہ ، تسلیم کرتی ہے اور مخالفت کی جہت ہے جزوی طور پر مسیح کی طرف الہیٰ نسبت۔ قرآن نے انہیں روح اللہ کہا ہے انجیل نے ابن اللہ۔ مخالفت کی جہت اس بات میں بھی ہے انجیل نے الوہیت مسیح ، مسیح کی موت وجی اٹھنا اوران کے فدیہ دینے کی وجہ سے کفارہ اور مغفرت گناہ عاصیان کو بھی مانا ہے۔ یہ اختلافات اور اتفاقات دیکھ کر میرے دل ودماغ میں اتنی گھری کشمکش چھڑی کہ بیمار سالگنے لگا یہ حالت اس دن تک برقرار رہی ہے جب میں استاد شیخ رشید گیلانی سے ملا اور ان کے سامنے وجہ نقاہت نہ بتادی۔ دوران گفتگو میں نے ان سے پوچھا کہ جناب!

وہ تورات وانجیل کہاں ہیں جن سے صحت کی گواہی قرآن نے دی ہے؟

جواباً انہوں کہا کہ میاں ان کا خلاصہ قرآن میں خود موجود ہے۔

میں نے عرض کیا بے شک جناب اجمال توضرور موجود ہے مگر اس سے میری سیری نہیں ہوتی اس لئے اصل کتاب دیکھنے کا متمنی ہوں۔

وہ کہنے لگے کہ خرابی تو یہی ہے کہ یہودو نصاریٰ نے انہیں بگاڑ کرر کھ دیا ہے اس میں اپنی من مانی کی ہے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا، ان کی صلیبی موت کو مان کر اسے سبب غفران خطایائے بنی نوع انسان مان لیا۔ میں نے عرض کیا یہود نے اپنی تورایت کو اس طور پر محرف کیا کہ اسے نصاریٰ کے خیالوں اور تحریف شدہ انجیل کے ہمنوا بنادیا۔

شیخ بولے نہیں بیٹا ایسا نہیں ہے!

تو پھر بتائیے کہ ان تمام نبوتوں کا کیا مطلب ہے جو عیسیٰ کی نسبت ایسی صاف خبریں دیتی ہیں کہ عیسائیوں کے زعموں کے عین موافق ہیں! مثلاً کتاب مقدس کے صحیفہ یسعیاہ نبی کا ترپنواں باپ جہاں یہ مرقوم ہے کہ:

" پھر بھی اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر اٹھالیا پر ہم نے اس کا یہ حال سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے مارا کوٹا اور ستایا ہوا ہے جبکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ ہم بھیڑوں کے مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ سے پھرا لیکن خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس پر لاددی۔ وہ ستایا گیا تو بھی اس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا جس طرح برہ جسے ذبح کرنے کو لیجاتے ہیں اور بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے سامنے بے زبان ہے اسی طرح وہ خاموش رہا۔ وہ ظلم کرکے اور فتویٰ لگا کر اسے لے گئے لیکن اس کے زمانہ کے لوگوں میں سے کس نے خیال کیا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں کی خطاؤں کی وجہ سے اس پر مار پڑی۔ اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی۔ اور وہ اپنی موت میں دولتمندوں کے ساتھ ہوا حالانکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔ لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اسے کچلے۔ اس نے اسے غمگین کیا۔

جب اس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گذرانی جائیگی تو وہ اپنی نسل کو دیکھیگا اس کی عمر دراز ہوگی اور خداوند کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلہ سے پوری ہوگی۔ اپنی جان ہی کا دکھ اٹھا کر وہ اسے دیکھیگا اور سیر ہوگا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا کیونکہ وہ ان کی بدکرداری خود اٹھالیگا اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ حصہ دونگا اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لیگا کیونکہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی

اور وہ خطاکاروں کیساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی ۔۔۔۔۔۔"

اسی طرح اور بھی نبوتیں ہیں جن میں عیسیٰ ابن مریم کے خدا اور انسان ہونے کا اور اپنے خون سے گنہگاروں کے لئے فدیہ دینے کا صاف بیان ہے جو انجیل کے بالکل موافق ہے۔ اگر آپ کے بقول یہودیوں کی تحریف ایسی نہیں تھی کہ تحریف شدہ انجیل کے مطابق بن جاتی تو کیا وجہ ہے کہ تورات میں ایسی نبوتوں کا وجود ہے جو انجیل کے مطابق ہیں کہ گویا ایک کتاب میں جس کی گواہی قرآن نے (سورہ مائدہ کی ۱۵٦ ویں آیت میں) دی ہے۔ اس طرح تو یہی ثابت ہوتاہے کہ عیسایئوں نے اپنی انجیل کی تحریف نہیں کی ہے اور ان کا مسیح کے بارے میں اعتقاد صحیح ہے! اس عظیم ورطہ سے مجھے نکالئے!

یہ سنتے ہی شیخ موصوف کا چہرہ غصہ سے تمتانے لگا، وہ بولے:

" محمود تو عیسائیوں کی طرف داری کررہا ہے کہیں تو عیسائی تو نہیں ہوگیا ہے اور دین اسلام سے مرتد۔"

میں نے احتجاجاً عرض کیا کہ حضور میں راہ مستقیم سے ہرگز نہیں ہٹا ہوں۔ میرا تو مقصد اس سے یہ تھا کہ عدل وانصاف سے مباحثہ کے وقت عیسائیوں کو دلائل میں کیسے ہراؤں؟

شیخ بولے ضرور ضرور ۔ اسے تم دو طرح سے کرسکتے ہو۔ عیسائی لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، کیونکہ مسیح کو ازلیت اور قدرت میں خدا کے برابر بناتے ہیں جبکہ قرآن نے صاف کہا کہ خدا ایک ہے نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کے جوڑ کا کوئی ہے دوسری بات یہ ہے کہ ان کی کتاب میں تناقضات کی بھرمار ہے کیا تم نے مولانا رحمت اللہ کی کتاب نہیں پڑھی ہے اسے پڑھ کر معلوم کرو کہ عیسائیوں نے اسے کیسا کچھ خراب کیا ہے۔"

شیخ کے رویہ سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ پہلے تو اپنی ہی زبان سے قائل ہوئے اور پھر فوراً بات کو ٹال گئے کیا یہ لوگ حقیقت میں جان بوجھ کر جاہل بنتے ہیں یا یہ ان کی تربیت اور نشوونما کا اثر ہے! شیخ صاحب کے چلے جانے کے بعد میں نے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگی اور تب سے ہی میرے دل پر ایک نور چمکا ہے اور انہیں دنوں یہ خط موصول ہوا اور ہم سب بحث کے لئے شیخ علی کے مکان پر جمع ہوئے۔

شیخ سلیمان نے پوچھا: تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ ایسے متناقضات کے باعث جو صرف جزئیات میں ہی ہیں ہم پر کیا واجب ہوجاتا ہے کہ اسے جعلی تمسک سمجھ کر پھینک دیں؟ آخر ان متناقضات کی وجہ کیا ہے اور پھر یہ کہ آیا یہ فروعات میں ہی ہیں یا اصولوں میں بھی ہیں؟

محمود: بعض تو اصولوں میں ہیں، بعض فروعوں میں لیکن میری ناقص رائے یہ ہے کہ جو تناقض اصولوں میں ملتا ہے وہ حقیقتہً تناقض ہے ہی نہیں۔ کیونکہ ان صحائف کا مختلف زمانوں میں، مختلف مقاصد وغایات میں اور کتاب کے کاتبوں کی غایت ومنشاء کچھ ایسے امور ہیں کہ جن سے ایسے نقائص کا پایا جانا ایک طبعی امر ہے۔ فروعی نقیضوں کے بارے میں تو وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ زیادہ تر کاتبوں کی سہو کی بنا پر واقع ہوئے ہیں اور ان سے کتاب کی صحت وغایت ہرگز مجروح نہیں ہوتی۔ ہم قضیوں میں تو تناقض ہے ان سے کتاب کی صحت وغایت ہرگز مجروح نہیں ہوتی۔ اہم قضیوں میں تناقض ہے ہی نہیں۔ تمہارے خیال میں کیا قرآن میں بھی ایسے تناقضات نہیں ہیں؟ بعض تو بڑے اہم مسئلوں میں ہیں! اس کے باوجود علمائے اسلام، قرآن کو ترک نہیں کردیتے بلکہ انہیں انسان کے عجز فہم پر محمول کرتے ہیں۔ ہمیں بھی بعض جزئیات میں اختلاف کے باعث کتاب مقدس کو ترک نہیں کردینا چاہیے خاص طور پر جبکہ بہت سے دلائل ہمیں اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ ہے۔

شیخ سلیمان: ہاں، بات تو درست ہے، چھٹی صدی کا دراز عرصہ گذر جانے کے بعد قرآن کا کتاب مقدس کو تسلیم کرلینا ہی ایک محکم شہادت اس بات کی ہے کہ ظہور قرآن تک توکم از کم اس میں کوئی تحریف ہوئی نہیں۔ بعد کے دور میں تحریف کے الزام کو عقل سلیم قبول ہی نہیں کرتی کیونکہ اپنی کتاب کی حفاظت خدا خوب کرسکتا ہے۔

کتاب " اظہار الحق " کا دعویٰ، تو بن دلائل کی بنیاد پر وہ کتاب مقدس کو محرف ثابت کرتی ہے، اگر انہیں صحیح مان لیا جائے تو قرآن کی تحریف کو ماننا بھی لازم آتا ہے۔

عیسائی علماء اپنی کتاب کی حمایت میں جو کچھ کہتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ انجیل کی دنیا میں اس قدر کامیابی، اور اس کا دینوی قوت اور انسانی حکمت پر غلبہ۔

۲۔ کئی زبانوں اور قوموں، نیز مختلف عقائد کے درمیان اس کا بغیر فرق واختلاف کے موجود رہنا۔

۳۔ کافی قدیم زمانے کے بہت سے قلمی نسخوں کا، زمانہ حال کے نسخوں سے بالکل مطابق ہونا۔

۴۔ تورات وانجیل کا، یہود ونصاریٰ کی باہمی عداوت کے باوجود مطابق ہونا، وغیر ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی اور مذہبی کتابوں میں نہیں پائی جاتیں!

شیخ محمود گویا ہوئے: ہاں صاحب! کتاب مقدس کی منزلت تو بڑی بلند ہے۔ لیکن مسیح کے سلسلہ میں، قرآن وبائبل کے مابین بڑے تناقض ہیں، دل تو یہی کہتا ہے کہ ایک کو ترک کرنا ہی پڑے گا، کیونکہ دونوں کو تو قبول کرنا ذرا مشکل ہے۔ اگر الوہیت مسیح اور ان کے فدیہ کو قبول کرلوں تو مخالفِ اسلام ٹھہرتا ہوں۔ اگر قرآن کو تسلیم کرلوں تو بائبل کہ جس کے حق میں قرآن کی اپنی شہادت ہے ترک کرنا پڑتا ہے جو کہ موجب عذاب الہیٰ ہے کس کو پکڑوں کس کو چھوڑوں؟ میری جان تو بڑے ضیق میں ہے!۔۔۔ میں تو کتاب مقدس ہی کو اپنا مرشد ٹھہراتا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ سلیمان: جبکہ آپ کتاب مقدس کی صحت اس قدر عیاں ہے تو میری بھی رائے وہی ہے جو آپ کی ہے۔ یہ سن کر انہیں بہت مسرت ہوئی اور بولے: کتاب مقدس میں تین باتیں مسیح کی بابت بڑی موافق ہیں۔ ایک تو ان کی تولید بغیر باپ، دوسرے ان کے عجیب معجزات، تیسرے ان کی خدا کی طرف نسبت۔ اس لئے کتاب اللہ تو ان کو ابن اللہ اور کلمتہ اللہ پکارتی ہے، قرآن انہیں روح اللہ، اور کلمتہ اللہ منہ یا کلمۃ اللہ!

چنانچہ قرآنی مسیحی تعریف بالکل ویسی ہے جیسی کتاب اللہ کی۔ بن باپ کا مولود بیٹا بموجب شہادت کتاب اللہ کے خود خدا ہے اور چونکہ اس سے ایسے ایسے معجزات کا صدور ہوا جو پہلے کسی اور نبی سے نہیں ہوئے اس لئے وہ دونوں عالم کے سردار انبیاء ہیں! انہیں کلمتہ اللہ، روح اللہ آخر کیوں پکارا گیا؟ یہ امتیازِ عظیم نوع بشر میں ان کی یگانہ ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس عظیم بھید سے جس کا ذکر خیر تورات وانجیل ہے۔ وہ پردہ ہٹاتا ہے اس لئے اس عجیب وغریب شخصیت کے راز کو، جس کی قرآن میں تعریف لکھی ہے، دریافت کرنا لازمی ہے۔

شیخ محمود: ہاں درحقیقت مسیح دونوں کتابوں میں ایک عجیب فرد ہے اور ایسا جوہر ہے جو دونوں کتابوں کا مرکز ہے اور جس پر خدا کے تمام اقوال کا اس طرح مدار ہے جیسے نظام شمسی کے لئے سورج! کیونکہ تمام انبیاء ومرسلین اپنی نبوتوں اور تعلیمات کیسات اس آفتابِ صداقت وحیات کے گردہی گردش کرتے ہیں اس لئے۔ وہ ضرور ابن اللہ ہے۔ جو ہماری خطاؤں کی معافی کے لئے جسم میں مارا گیا اور خداوند کریم سے ہماری مصالحت کروادی تاکہ حیات جاودانی کے ہم بھی حقدار بن جائیں جو اس کے کفارہ پر ایمان لانیکی بدولت ایمانداروں کو حاصل ہوتی ہے! میرے بھائی! ہمیں دلیری اپنانی چاہئیے تاکہ اگلے جلسہ میں ہم آزادی سے گفتگو کے قابل بن سکیں اور ہمیں استفسار واستفادہ کا رویہ اپنانا ہوگا۔ میرے

خیال میں تو ہم سید حارس کو بھی اپنی اس تجویز سے مطلع کردیں۔ اور اس کی بھی رائے لیں۔ وہ بڑے کھلے دماغ کے عالم ہیں شاید وہ ہماری ہمنوائی کریں؟

چنانچہ سید عمر حارس بھی بلوائے گئے اور انہیں ساری باتوں سے مطلع کردیا گیا۔ وہ بولے کہ باطل کی پیروی سے تو میں ڈرتا ہوں اور اس خرابی سے بھی، جو آپ کے ذہنوں میں جاگزیں باتوں سے عنقریب واقع ہونے والی ہیں! جہاں تک رہیں آپ کی باتیں تو وہ مجھے کچھ قرین قیاس وصواب لگتی ہیں جس کی دو وجہیں ہیں۔ اول تو یہ کہ کتاب مقدس کی صحت مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ الوہیت مسیح میں ہر دو کتابیں کلی طور پر مقاربت کرتی ہیں۔ میں پہلے بھی کتاب مقدس کی بابت آپ سے کچھ استفادہ کرچکاہوں۔ مجھ میں دراصل ان مخالفتوں سے نپٹنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے خدا سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ غرض کہ یہ حضرات ہفتہ بھر شہر سے باہر والے ٹیلے پر ملتے اور تبادلہ خیال میں منہمک رہے۔

فصل سوم

جب دوسرے جلسہ کا دن آیا تو مذکورہ سارے علماء جمع ہوئے تو شیخ علی نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

صاحبان! ہم ایک دینی غرض لیکر جمع ہوئے ہیں، مسیحی اور مسلمانوں میں دین کے اغراض ومقاصد کی وجہ سے اختلاف ہے۔ عداوت وبغض اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مسلم عیسائی پر تکبر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور عیسائی مسلمان کو حقارت سے۔ تو آئیے ہم آپ سارے تعصبات سے پاک ہو کر محبت والفت سے اپنے اپنے خیالوں کو ظاہر کریں۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ اپنے بزرگ نام کے جلال کے لئے ہم سب پر امور خیر صواب کا الہام کرے اور ہمیں ہدایت دے گا۔!

اس کے بعد کچھ لوگوں کی درخواست پر اس خط کو پھر دہرایا گیا۔ لوگ اس کا خلاصہ لکھتے جاتے تھے تاکہ ہر شق پر غور کیا جاسکے۔ پھر شیخ احمد بولے کہ " دعویٰ یہ ہے کہ تورات اپنے نزول کے وقت سے آج تک صحیح وسلامت چلی آرہی ہے جس کی محکم دلیلیں بھی دی گئیں ہیں۔

سید ابراہیم: مناسب تو یہ ہے کہ اس قضیہ پر دو اشخاص مناظرہ کریں اور باقی حضرات اس پر حکم لگاتے جائیں۔ اسے سب نے پسند کیا۔ اس پر عمر آفندی نے کھڑے ہو کر کہا:

" راقم خط نے یہ کہہ کر تناقض پیدا کردیا ہے کہ تورات تغیر سے پاک ہے اور پھر وہ یہ بھی مانتا ہے کہ بعض کلمات میں اختلاف ہے بوجہ اختلاف زمن وحالات ومقاصد وسہو کاتب۔

سید ابراہیم : دعویٰ میں تو کوئی نقیض نہیں۔ وجود اختلاف بعض مقامات میں بوجہ تباین مقاصد وزمانہ مانا گیاہے !۔

عمر آفندی : تحریف کا اعتراف نہ بھی کرے تو بھی صاحبِ بصیرت کو تو اختلاف نظر آتاہی ہے۔ اس میں دلیل کی ضرورت ہی کہاں رہ گئی ہے ؟

سید ابراہیم : اگر آپ کتاب کے بعض کلموں یا عبارتوں کے اختلاف کو تحریف قرار دیتے ہیں تو مجھے یہ کہنا ہوگا کہ آخر فاعل کے دل میں اس فعل سے کوئی غرض تو ہوگی ؟ آپ مان لیجئے کہ اس غرض کا ہمیں ہم علم نہیں ہے تو جاننا اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فعل تین وجوہ کی بنا پر کیا جاتاہے دوسروں کی بدی، اپنا فائدہ اور دیوانگی تورات کی تحریف سے اسرائیلیوں کی غرض کیا تھی؟ میرے دوست !

سب سے پہلے غرض تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ ان اختلافات کو دور کرتے جو دوسروں کو نکتہ چینی کا موقع دیتے ہیں !

تورات کے تغیر وآمیزش سے پاک ہونے کی یہ دلیل وزنی ہے کہ بعض امور خطیر کو جن کو یہودی مانتے ہیں، مثلاً ان کا کئی مرتبہ بت پرستی میں گرفتار ہونا۔ جن سے توریت نے انہیں سختی سے منع کر رکھا تھا پھر ان کا عیسیٰ کے خدا کی طرف سے بھیجے جانے کا انکار جبکہ توریت میں ان کی بابت صاف صاف نبوتیں درج ہیں۔ اگر تورات کو بدلنا ہی چاہتے تو پہلے انہیں باتوں میں تبدیلی کرتے اور اپنی خواہشوں کے مطابق انہیں بدل دیتے۔ پھر عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں جن میں سے ایک رومن کیتھولک ہے ان کے بہت سے رسوم و تعلیمیں بائبل (تورات) کی تعلیمات کے خلاف ہیں جیسے بتوں اور تصویروں کا ان کی عبادت گاہوں میں کثرت سے ہونا۔ انہوں نے انہیں ہٹانے کا حوصلہ آج تک نہیں کیا۔ لاطینی تورات کے نسخے بالکل عبرانی نسخوں کی ہی مانند ان کی برائیوں کے گواہ ہیں۔

اور ایک مثال لیجئے ۔ مغربی کلیسیا نے احکام عشرہ کے دوسرے حکم کو حذف کردیا ہے لیکن عوام کی مخالفت کے ڈر سے دس کی تعداد کو پورا کرنے کی غرض سے دوسرے حکم کو دو حصوں میں تقسیم کردیاہے تاکہ عوام بت پرستی کی مخالفت نہ کریں لیکن ہر گز اس بات کو جرات نہ کی کہ کسی قسم کی تحریف کردیتے ۔ انہوں نے کتاب مقدس (بائبل) پڑھنے سے عوام کو منع کر رکھا ہے مبادا وہ ان باتوں سے خبردار ہوجائیں ! یہ سب محض اس لئے ہے کہ کتاب اللہ کا نگہبان ومحافظ خود خدا کی ذات ہے۔

ادھر پیغمبر اسلام نے بھی اس امر کی شہادت دے دی ہے کہ یہود ونصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں۔ ان کی تورات کو تو " تماماً علی التی ھی احسن، اور ھدیً ونور" یعنی ساری اچھی باتوں اور کامل ، نور وہدایت ، کا لقب دیا ہے اور ہر گز آج کے مسلمانوں کی طرح اس پر یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ تحریف ہوچکی اور ناقابلِ اعتبار ہے بلکہ برخلاف اس کے کتب ربانی کے احکام کی پابندی لازم ٹھہرائی ہے:

عمر آفندی ۔ راقم کا یہ دعویٰ کہ عبرانی کی تورات نصاریٰ کے نسخوں کے مطابق (عبرانی کی تورات نصاریٰ کے نسخوں کے مطابق) ہے، ساقط ہوجاتاہے جبکہ ترجموں میں ہم بڑا اختلاف دیکھتے ہیں عربی کے ہی ترجمے کو لے لیجئے وہ سب ایک دوسرے کے مطابق نہیں ہیں! اس پر عبد القادر نے تالی بجائی اور نعرہ لگایا کہ لو اب تو نصرانی عیسائی کا دعویٰ ساقط ہوگیا!۔

سید ابراہیم ۔ یہ اعتراض بھی دو دلیلوں سے کمزور ہوجاتاہے ۔ اول تو یہ کہ سب بڑے ترجمے (جنہیں سپٹوجنٹ یعنی ہفتادی ، سبعینہ ترجمہ) کہتے ہیں اور سریانی ترجمے جو مصر اور مشرقی ممالک میں رائج ہیں اور لاطینی ترجمہ کا یورپ میں زیادہ درواج ہے۔ اگر ان میں تغیر کا شبہ ہوتا تو قرآن ان سے چشم پوشی نہ کرتا۔ پھر یہ کہ ان ترجموں کے درمیان تمام اہم قصنا یائے تاریخی شرعی وبنواتی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آدم سے لیکر بنی اسرائیل تک وہ ایک ہی ہیں۔

شریعت وصحائف انبیاء کا بھی یہی حال ہے ۔ رہے جزوری یا اتفاقی اختلافات کو پیغمبر اسلام نے تحریف خیال ہی نہیں کیا۔

عمر آفندی ۔ معلوم ہوتاہے کہ یہ آپ بھول ہی گئے کہ عرب کے یہودیوں کے پاس تورات عربی زبان میں تھی۔ تو قرآن کی شہادت اسی اصل کے بارے میں ہے نہ کہ ترجموں کی۔

ابراہیم۔ تو آپ اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس تورات کو جو اصلی زبان میں موجود تھی تصدیق تھی ۔ یہی بات تو یہود و نصاریٰ ہم سے منوانا چاہتے ہیں لہذا زیر بحث اصل عبرانی نسخہ ہے جس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور وہ کسی مسئلہ میں دوسرے ترجموں سے مختلف نہیں ہے اب سوال یہاں پر آکر رک جاتا ہے کہ آیا آپ اور دیگر مسلم حضرات عبرانی تورات کی صحت کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں؟ نبی پر یہ طعن ہے کہ نبی ہو کر انہیں یہ بات کیوں نہیں معلوم ہوئی کہ ان قریب وبعید موجودہ ترجموں میں کیا باتیں درج ہیں؟

عمر آفندی ۔ دراصل نبی امی تھے نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے اور مدینہ کے یہودیوں کے پاس عربی میں تورات موجود نہیں تھی جس سے اپنے پڑھے لکھے صحابہ کی مدد سے ان کو تحریف وخلل کی واقفیت ہوتی۔ شاید انہوں نے یہودیوں اوران کے احبار سے جو معلوم کیا انہیں لکھ دیا!

اس پر عبدالقادر نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ جناب عمر آفندی ! آپ نے نبی کو محتاج غیر بتادیا اور قرآن میں غلطی ڈھونڈی افسوس ہے آپ پر ، کیا نبی کو تورات کی نسبت اوروں سے خبر حاصل کرنے کی ضرورت تھی ؟ جو کچھ انہیں ملتا تھا وہ تو اللہ جل شانہ کی طرف سے ملتا تھا۔ عمر آفندی کا چہرہ مارے شرم کے سرخ ہوا تھا اور بول پڑے کہ واقعی میں نے اس وقت بڑی غلطی کی ہے لیکن مجھ کو اور کہیں جائے مفر نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ تورات کو تحریف سے سلامت مان لیا جائے۔ بھائی عبدالقادر یہ تو آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ نبی کہ زمانہ تک تورات میں تحریف نہیں ہوئی تھیں اس سے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ بعد زمانہ نبی بھی اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ اسی بات کی طرف راقم خط نے اشارہ کیا ہے؟

حسن قباولی۔ مسلمانو! ہوش میں آو! کوئی ایسی بات نہ کرو جو قرآن کہ منافی ہو یا جس سے سید المرسلین پر حرف آوے ! معلوم نہیں کہ جو راہ تم نے بحث میں اپنائی ہے اس کی نوبت کہاں تک پہنچے۔ اپنی راسخ اور ناسخ آیات میں قرآن نے جو کچھ تم پر ظاہر کردیاہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اگر سارے جن وانس بھی جمع ہوجائیں تو اس کی مانند ایک بھی سورت نہیں لاسکتے !

شیخ محمود۔ انجیل و تورات کی قرآنی شہادت تم خود ہی پڑھتے ہو کیا جس کو خود قرآن خدا کی طرف منسوب کرتاہے اس کتاب کے مطالعہ سے تمہیں منع کرتا ہے؟ اس پر بعض حاضرین نے کہا کہ اب تورات کی دوسری دلیل پر بھی خوب غور کا موقع دیا جائے۔ اس پر یہ تجویز کی گئی کہ اب حسن معترض ہوں اور شیخ سلیمان مجیب ہوں۔

حسن آفندی۔ صاحبان ! دلیل اول آپ کے ذہنوں میں ایسی جگہ حاصل کرچکی ہے کہ عدم تحریف تورات کی نسبت اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ جن حادثوں کے وقوع کی تورات نے پیشتر خبردی ہے ان کے وقوع کے بعد شاید یہودیوں نے کچھ تحریف کردی ہو اور عیسائیوں نے اس تحریف شدہ کتاب کو ان سے قبول کرلیا!

سلیمان۔ یہ سست اعتراض اس طور سے رفع ہوجاتا ہے کہ ان پیش خبریوں کا بڑا حصہ خدا کی عبادت سے پھر جانے اور ترک احکام کے بارے میں تھا اوران کے خیالات اور اعمال کے بالکل برعکس تھا۔ مثلاً جو عیسیٰ مسیح کے حق میں تھے اس سے انہوں نے انکار کیا اور رد کیا۔ عقل اس امر کو تسلیم نہیں کرتی کہ ان نبوتوں کو ایسے طور سے بدل ڈالیں جو خودان کے خلاف ہوں اور امتوں میں انہیں مقہوروبے عزت کردیں۔ دوسرے یہ کہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو زمانہ مسیح سے دو سو سال بعد اور بعض بہت سال بعد اور بعض کئی صدیوں کے بعد واقع ہوئے مثلاً

نینوہ بابل وصور ومصر کی بربادیاں ، ہیکل کا انہدام اور پھر یہودیوں کا پراگندہ ہونا حالانکہ تورات ان کے وقوع سے بہت عرصہ پہلے مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر نصاریٰ کے درمیان پھیل چکی تھی !

حسن۔ شیخ صاحب اور دلیل کی ضرورت اب ہے نہیں ، میں تورات کو کتاب مقدس اللہ کی کتاب مانتا ہوں اور یہ بھی کہ وہ تمام وکمال جس صورت میں نازل ہوئی تھی ویسی ہی موجود ہے۔ تاہم ہم شیخ صاحب سے اختصار کے ساتھ تورات کی ان پیش گوئیوں کو مزید استفادہ کے لئے سنا چاہیں گے۔

اس پر شیخ سلیمان کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے: یہ امر گو ذرا مشکل ہے پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں ۔ موسیٰ علیہ السلام کی یہ نبوت کہ خدا اور اس کی شریعت سے برگشتگی قوم کو اسیر بنائے گی وہ ذلیل ہو کر دنیا میں پراگندہ ہوں گے ۔ قوم یہود کی ذلت ومسکنت تو عیاں ہے اور صحت تورات پر مہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ بابل کی بربادی کی نسبت یسعیاہ ویرمیاہ کی نبوتیں بھی پوری ہوئیں بابل کے کھنڈرات دیکھ کر عقل حیران ہے۔ جس کو یقین نہ وہ سیاحت کرکے دیکھ لے ، اسکے بعد وہ بیٹھ گئے اور حضرات جلسہ نے عدم تحریف توراۃ کو قبول کرلیا سوائے عبدالقادر کے وہ بڑبڑانے اور بھنبھانے لگا اور کھنے لگا آے آئمہ دین ! مجھے نظر آتا ہے کہ آپ سب ہی لوگ صراطِ مستقیم سے پھر گئے ہیں قرآن واسلام کو آپ نے رسوا کیا ہے ۔ سلامتی تورات وانجیل کے بعد بھی کیا آپ قرآن کو کتاب اللہ تسلیم کرسکتے ہیں؟ ہر گز نہیں، آپ سب بھٹک رہے ہیں اپنی حالت پر غور کیجئے اور گمراہی سے نجات چاہیے !

محمود رافعی اس وقت کھڑے ہو کر کھنے لگے میاں عبدالقادر ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قرآن شریف نے تورات وانجیل کے حق میں گواہی دی ہے۔ جب قرآن تحریف بائبل کی نسبت کچھ نہیں کہتا تو کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ایسا کہیں ! ہم جنہوں نے اس کی خبر قرآن سے پائی اور پھر ہم نے دیکھ لیا کہ اس میں سب ٹھیک ہے تو ہمیں عذر کی اب گنجائش ہے؟جب ہم نے یہ معلوم کرلیا ہے کہ تورات تحریف سے سلامت ہے توآئندہ ہم انجیل کے بارے میں غور کرینگے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔

شیخ علی۔ شیخ محمود کی رائے بالکل درست ہے، اب رات ہو چلی ہے اس لئے میری رائے میں مسئلہ کے بقیہ حل کو آئندہ کے جلسے کے لئے ملتوی رکھا جائے۔ اس کے بعد جلسہ برخواست کردیا گیا۔

فصل چہارم

اس رات عبدالقادر سے رہا نہ گیا اور وہ اپنے استاد شیخ ناصر الدین عمر کے پاس گیا جو بڑے جھگڑالو اور متعصب طبیعت کے تھے اوران کو تمام ماجرا کہہ سنایا اور بتایا کہ سارے کہ سارے علماء اسلام سے پھر گئے ہیں ، انہوں نے دین اسلام کی بڑی ہتک کی ہے اور پیغمبر اسلام کی رسالت پرشک وشبہے پیدا کئے ہیں میرے دل نے کہا کہ میں آپ کو ان باتوں کی اطلاع کردوں ۔ شیخ صاحب یہ باتیں سن کر بڑے غضبناک ہو کر بولے :

کیا جو کچھ تم نے مجھ سے بیان کیا ہے سچ ہے ؟

ہاں صاحب تمام وکمال سچ ہے !

اس پر وہ دریائے فکر میں تھوڑی دیر غرق رہے پھر سر اٹھا کر بولے یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ تم غم نہ کرو۔ میں مذہب عیسوی کی بطالت اور اسلام کی سچائی اور بزرگی کو ثابت کرکے انہیں لاجواب کردوں گا اور انہیں بازرکھوں گا اگر پھر بھی نہ مانے تو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ہمیشہ یاد رکھیں گے ۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس معاملہ کی پہلے ہی سے مجھے خبر کیوں نہیں دی !

مرحوم شیخ محمد صالح کے مدرسہ میں جب ہم پڑھتے تھے تب ہی سے میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ استاد کا چہیتا اور درس میں اول رہنے کے باعث یہ لوگ مجھ سے جلا کرتے تھے۔

عبدالقادر نے جواب دیا کہ میں شروع میں اس لئے نہیں آیا تاکہ میں پہلے ان کے خیالات کی جستجو کرلوں تب آپ کو خبر کروں۔ دیر کے لئے میں معافی کا خواستگار ہوں۔!

شیخ ناصرین: حاجی قدور، اپنے بھتیجے کو پہلے بلاکر اسے معاملہ سے باخبر کردینا ضروری ہے گوکہ گرم مزاج ہونے کے باعث اس کا نام حاجی طیش پڑگیا ہے لیکن آدمی صاحبِ حوصلہ ہے اور میری بات تووہ کبھی ٹالتا ہی نہیں ہے۔ لہذا حاجی قدور کو بلا کر اسے ساری بات بتادی گئی۔ اس پر اسے بڑا طیش آیا اور خدا اور رسول کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ ابھی جاکر سارے شہر کے لوگوں کو برانگیختہ کرتا اور اس بدکاری کا مزہ انہیں چکھاتا ہوں۔ یہ کہکر وہ جانے لگا تو شیخ صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا اور کہنے لگا کہ بیٹے ہر ایک کام کا وقت ہوتا ہے صبر کرو پہلے مجھے انہیں نصیحت کرلینے دو اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے تو دوسرے طریق پر عمل کرینگے۔ اس صلاح پر وہ بیٹھ گیا اور وہ مشورہ کرتے رہے۔

آخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایک خط محی الدین کے ہاتھوں مذکورہ جماعت کے پاس بھیجا جائے اور نصیحت وخوف دلایا جائے اگر پھر بھی وہ اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو حاکم وقت کے پاس شکایت کی جائے۔ جب یہ طے پاچکا تو شیخ نے قلم ودوات منگوائی اور ایک خط تحریر کرکے عبدالقادر کے حوالے کیا اور بولے کہ اسے پڑھ لو اور جو بات اس میں رہ گئی ہو مجھے بتاؤ۔ مضمون خط یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"علماء دین وبرادران عزیز شیخ علی ودیگر احباب کی خدمت میں جو ایک نصرانی کے خط پر، جو شیخ احمد عبدالہادی کے پاس آیا ہوا ہے، غور وفکر کے واسطے جمعہ ہوئے ہیں۔

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاۃ!

عرض ہے کہ ہم کو ایک معتبر ذریعہ سے ساری گفتگو اور مباحثہ کے متعلق جو اس خط کی بابت ہوا۔ اطلاع پہنچی ہے اور ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ افسوس آپ لوگ طریق مستقیم سے منحرف ہوکر نصرانی مذہب کی گمراہی میں پڑگئے ہیں!

پس اے فاضلانِ دین! آپ نے اس عقیدہ کو کس طرح قبول کیا کہ خدا انسان بنا۔ وہ بھی کیسا انسان! جو ذلیل ہوکر یہودیوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ مقتول اپنے خون کے ذریعہ جہان کا خلاصی دینے والا اور اپنی موت سے روحوں کو زندگی دینے والا ٹھہرا۔ چنانچہ کون ذی عقل وہوش شخص اس بات کو قبول کرے گا؟ اے اولادِ علماء آپ لوگ راہ راست سے گمراہ ہوگئے۔ یہ تو درست ہے کہ تورات وانجیل یہودیوں اور نصاریٰ کو دی گئی لیکن یہ بات ہر صاحب فہم پر روشن ہے کہ اس میں مسیح اور ان کے صلیب دئیے جانے کی نسبت جو لکھا ہے وہ سب تحریف ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ سبحانہ کی شان سے بعید ہے۔ دوسرے اپنی بزرگ کتاب قرآن میں آیا ہے کہ " ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم یعنی اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی، اس لئے وہ خدا نہیں ہے بلکہ صرف خدا کا رسول ہے۔

کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ عیسائیوں کے دین کو قبول کرنا سوائے قرآن سے منکر ہونے کے ممکن نہیں۔ اگر آپ قرآن کے منکر ہوگئے ہیں تو دونوں جہان میں خسارہ کے حقدار بن گئے۔ مجھے بھی وہ خط دکھائیے اور مباحثہ میں شریک کیجئے۔ یہ نصیحت نامہ میں بوجہ پیار ومحبت لکھ رہا ہوں۔ کیا ایک غیر مند مسلم سے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہوا دیکھ کر اپنی پوری کوشش ان کے نکالنے کی نہ کرے! سارے اوہام باطلہ سے بچو ورنہ آپ لوگ ان تمام تکالیف ونقصان سے واقف ہیں جو آپ پر اس صورت میں نازل ہوں گے، آپ کو گرفتار بلا دیکھنے مجھے بڑا گراں گذرے گا۔

شاید آپ کے اس بھائی کو خدا اور رسول کی پیروی میں آپ کی مخالفت کرنی پڑے۔ اس لئے رسولوں کا واسطہ دیکر آپ سے منت کرتا ہوں کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اگر

مناسب جانیں تو اس خط کا جواب دیجئے کیونکہ میں آپ حضرات سے ایسی باتیں سننے کا متمنی ہوں جو دل کو خوش کردے۔ والسلام

آپ کا بھائی ناصر بن عمر

۱۰ محرم ۷۵ء

خط لکھنے کے بعد اسے اپنے بیٹے کے حوالے کیا کہ شیخ علی عمر تک پہنچادے۔ شیخ علی خط کو پڑھ کر حامل رقعہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ اپنے باپ کو ان برادرانہ نصیحتوں کا میری طرف سے شکر ادا کرو کہو جب وہ سارے دوست جن کے نام یہ مکتوب لکھا گیا ہے۔ جمع ہو کر معاملہ پر غور کرینگے تو انشاء اللہ جواب بھی ارسال کردوں گا۔

جب لڑکا چلا گیا تو خط پڑھ کر شیخ کی باتوں پر کبھی وہ ہنستے کبھی غصہ ہوتے اور کہتے کہ ایک طرف تو ہمیں متقی مانتاہے تو کیا خدا متقیوں کو گمراہ کرتاہے۔ آنے والی مشقتوں سے ڈراتاہے۔ ضرور وہ ہمیں ذلیل کرنے کا باعث بنے گا۔ کتاب مقدس بھی اسکی گواہی دیتی ہے۔ کہ حق کے شاہدوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑتاہے خدا ہم کو زیادہ سے زیادہ نورومعرفت عطا کرے ان کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنی سچائی پر ڈٹے رہنے کی توفیق دے۔!

ادھر سید ابراہیم کا یہ حال تھا کہ دوسرے جلسہ کے برخاستگی کے بعد بڑا خوش خوش وہ ان تمام آیات تورات وانجیل وقرآن کو جو باہم ملتی جلتی تھی ان پر نظر کرنی شروع کردی اور ایک نقشہ تیار کیا جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

تورات	انجیل	قرآن
لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان دے گا ۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اس کا نام عمانوایل رکھیں گے (بائبل یسعیاہ نبی کا صحیفہ ۷: ۱۴)	دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اوراس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ ہے :(انجیل شریف، متی ۱: ۲۳)	اور جس وقت فرشتوں نے کہا: اے مریم اللہ تجھ کو اپنے ایک کلمے کی، جس کا نام مسیح ابن مریم ہے، بشارت دیتا ہے جو دنیا میں صاحب مرتبہ اور آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا اور مقربین میں شمار کیا جائے گا ۔ وہ لوگوں سے ماں کی گود میں ہی باتیں کریگا اور بڑے ہو کر بھی کلام کرے گا اور نیک بختوں میں اس کا شمار ہوگا (آل عمران ۴۰، ۴۱

تورات	انجیل	قرآن
ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا سلطنت اس کے کندھوں پر ہوگی جو عجیب مشیر، خدائے قادر ابدیت کا باپ اور سلامتی کا شہزادہ کہلاتاہے (بائبل :یسعیاہ نبی کا صحیفہ ۷: ۱۴)	مریم ! مت ڈر ، تو ، تو خدا کے حضور سے نعمت وفضل کی وارث ہوئی ہے دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع رکھنا ! تب مریم فرشتہ سے بولیں ! بھلا یہ کیونکر ہوگا ! میں کسی مرد کو جانتی تک نہیں ؟ فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا : روحِ پاک تجھ پر اترے گا اور خدائے تعالی کی قدرت کا	مریم بولیں ! کہاں سے میرے لڑکا ہوگا ! مجھے کبھی کسی آدمی نے چھوا تک نہیں ہے ۔ نہ میں بدکارہوں ! فرشتہ بولا : تیرے رب نے یوں ہی فرمایا ہے کہ مجھ پر وہ بات آسان ہے ! ہم نے اسے اپنی طرف سے سارے لوگوں کے لئے نشانی اور رحمت بنایا ہے ۔ یہ تو ہو کر رہے گا ۔! (سورہ مریم

تورات	انجیل	قرآن
	سایہ تجھے ڈھانکے گا ! اسی وجہ سے وہ قدوس بھی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلائے گا ۔ (انجیل شریف ۔ لوقا : ۱: ۳۰، ۳۱، ۳۴، ۳۵)	آیت ۲۰)

تورات	انجیل	قرآن
خداوند نے میرے خداوند کو فرمایا: تو میرے داہنے ہاتھ بیٹھ ! تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ بنادوں!(بائبل ، زبور ۱۱۰: ۱) اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلیگا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں !	ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا او رکلام خدا تھا ۔۔۔۔ او رکلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان میں رہا۔ (انجیل، یوحنا ۱: ۱، ۱۴) وہ سب سے اول تھا۔ اور اس میں سب چیز بحال رہتی ہے۔ (انجیل ، خط کلیسوں ۱: ۱۸) ۔ قوم کے بزرگ ان (اسرائیلیو ہی کے ہیں او رجسم کے رو سے مسیح بھی ان ہی میں سے ہوا جو سب کے اوپر اور ابد	اورانہیں کے نقشِ قدم پر بعد میں ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اوران کے بعد ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا۔ اورہم نے انہیں انجیل (خوشخبری) دی اور ہم نے ان کے پیچھے پیچھے چلنے والوں کو دلوں میں رحمت و نرمی پیدا کردی ہے۔(سورہ حدید ۲۷)۔

تورات	انجیل	قرآن
قدیم الایام سے ہے (بائبل ، میکاہ نبی کی صحیفہ ۵: ۲)	تک خدائے محمود ومبارک ہے (انجیل : خط رومیوں ۹: ۵)	

تورات	انجیل	قرآن
زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائینگی (بائبل - پیدائش ۲۶: ۴- اور ۲۷: ۱۴)- دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے ایک صادق شاخ پیدا کروں گا اور اس کی بادشاہی ملک میں اقبالمندی ، عدالت اور صداقت کے ساتھ ہوگی (بائبل ، یرمیاہ نبی کی صحیفہ ۲۳: ۵) اور اس وقت یوں ہوگا کہ لوگ یسی کی اس جڑ کے طالب ہونگے جو لوگوں کے لئے ایک نشان ہے اور اس کی آرامگاہ جلالی ہوگی -(بائبل یسعیاہ نبی کا صحیفہ ۱۱: ۱۰)	تم نبیوں کی اولاد اور اس کے عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا جب ابراہیم سے کہا تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے - خدا نے اپنے خادم (یسوع) کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے -(انجیل ، اعمال ۳: ۲۵، ۲۶)- اور یسعیاہ بھی کہتے ہیں کہ یسی کی جڑ ظاہر ہوگی یعنی وہ شخص جو غیر قوموں پر حکومت کرنے کو اٹھے گا - اسی سے غیر قومیں امید رکھینگی- (انجیل-خطِ رومیوں ۱۵: ۱۲)	پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو تمام اچھی چیزوں میں مکمل ہے اور ہدایت ورحمت کے اعتبار سے تمام چیزوں کی تفصیل ہے- (سورہ انعام ۱۵۵)- اس واسطے کہ تم یہ نہ کہو کہ کتاب جو اتری تھی ہم سے پہلے وہ تو دو ہی قوموں پر اتری تھی اور ہم کو ان میں کیا ہے یہ پڑھنے پڑھانے کی خبر بھی نہ تھی! یا یہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ان سے زیادہ صحیح راہ پر چلنے والے بنتے - (انعام ۱۵۸)- انجیل والوں پر تو فرض ہے کہ جو کچھ اللہ نے ان پر اتارا اس کے مطابق فیصلہ کرتے
		یاد رکھو کہ جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے حکموں کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ فاسق لوگ ہیں (مائدہ ۵۱)-

تورات	انجیل	قرآن
کیونکہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی - اور وہ خطا کاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس نے بہتوں کے گناہ اٹھا لئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی- (بائبل ، یسعیاہ ۵۳: ۲) کتو ں نے مجھے گھیر لیا ہے بدکاروں کے گروہ میرے چوگرد ہیں- وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں - میں اپنی ساری ہڈیاں گن سکتا ہوں وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں ----(بائبل زبور ۲۲: ۱۶، ۱۷)	اس پر پیلاطس نے یسوع کو کوڑے لگوائے ، اور سپاہیوں نے کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا - (انجیل ، یوحنا ۱۹: ۱، ۲)- اس کے ساتھ دو ڈاکو دہنے اور بائیں مصلوب کئے گئے ، تب وہ نوشتہ کتاب پورا ہوا کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا- اور پہردن چڑھے اسے مصلوب کیا (انجیل ، مرقس ۱۵: ۲۵،۲۶،۲۷)-	(یاد کرو وہ گھڑی) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے مارنے اور اپنی طرف اٹھانے جارہا اور تجھے تیرے ساتھ کفر کرنے والوں سے پاک کرنے اور تیری اتباع کرنےوالے کو میں روز قیامت تک منکروں پر فوقیت دینے جارہا ہوں- (آل عمران آیت ۴۸)

تورات	انجیل	قرآن
اسی سبب سے میرا دل خوش اور میری روح شادمان ! میرا جسم امن وامان میں رہے گا۔ کیونکہ تو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے دیگا نہ اپنے قدوس کو سڑنے دے گا۔ (زبور ۱۶ : ۹، ۱۰)	جب یسوع نے وہ سرکہ پیا توکہا : تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی ۔(یوحنا ۱۹ : ۳۰) سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے شخص کی ٹانگیں توڑیں جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مرچکا ہے تو اسکی ٹانگیں نہ توڑیں (یوحنا ۱۹ : ۳۳) زندہ کو مردوں میں کیونکر ڈھونڈتی ہو؟ وہ یہاں نہیں بلکہ جی اٹھا ہے ۔(لوقا ۲۴ : ۵، ۶)	سلام ہے مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا جس دن میں مروں گا اور جس دن میں مردوں میں سے زندہ کیا جاؤں گا ۔ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم ، سچی بات ! کہ جس میں لوگ شک کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ (مریم ۳۴، ۳۵)۔

نقشہ تیار کرنے کے بعد وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ دیکھ کر تعجب کرنے گا کہ مقدس کتابوں میں باہم کتنی مطابقت ہے یہ جان کروہ خدا کا شکر کرتا اور ہوا شیخ سلیمان کے گھر پہنچا۔

وہ بھی ان جدولوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور یہ جان گیا کہ سید ابراہیم عمدہ سمجھ کا مالک ہے پھر وہ سید اابراہیم کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اس قدر تھوڑے عرصہ میں تم نے ان باتوں کو سمجھ لیا یہ دیکھ کر میں بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں ۔ دراصل مسیح مظہر الہیٰ بھی تھا اور انسان بھی تھا اس سے عظیم معجزے ظاہر ہوئے وہ مرگیا پھر جی اٹھا ان باتوں کی یہ تینوں مقدس کتابیں گواہ ہیں اس سے انجیل کی سچائی بھی معلوم ہوتی ہے۔ تورات وانجیل دو ایسی بڑی امتوں کے ہاتھوں میں ہیں جو باہم سخت دشمن ہیں، ایک تو مسیح سے پہلے کی ہے دوسری مسیح کے بعد کی ہے ۔ایک تو اس کی بابت بتاتی اور شہادت دیتی ہے کہ وہ آنے والا ہے۔ دوسری یہ گواہی دیتی ہے کہ وہ آچکا ہے۔

کتابِ مقدس اگرچہ ان امور میں قرآنی شہادت کی محتاج نہیں ۔ اور اگرچہ قرآن مسیح کی الوہیت کا انکار کرتا ہے تاہم ان کی نسبت کہتا اور مانتا ہے کہ وہ روح من اللہ اور کلمتہ اللہ ہیں اور یہ بھی کہ مسیح خدا کا وہ کلمہ ہیں جو مریم علیہا السلام کی طرف پہنچایا گیا تھا۔ آخروہ کونسا نبی ہے جس کی نسبت یہ الفاظ کہے گئے ہیں ؟ کیا قرآن کریم مسیح کی بعض بات کو تو ہمیں بتاتا ہے مگراس بھید کو نہیں کھولتا کہ اس کے الہیٰ کمال کو نہ دیکھ سکیں؟ یا وہ پس پردہ رکھ کر دکھانا چاہتا ہے ؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اگرچہ الفاظ ابن اللہ ، کلمتہ اللہ وروح اللہ کلمتہ منہ روح منہ، میں لفظاً توفرق پایاجاتا ہے مگر معانی ومطالب کے لحاظ سے تقارب کلی ہے !

اگر خدا کی یہی مرضی تھی کہ اپنے کلمہ کو بھیجے تا کہ وہ مجسم ہو اور اپنے قدوس کو جسم میں مارے جانے کے لئے حوالہ کردے تا کہ انسان کے واسطے فدیہ ہو کر عدل الہیٰ کے حق کو پورا کرے اور اس بات کو اپنی کتاب مبین میں ظاہر کردے تو ہم کون ہوتے ہیں خدا کو اور اس کی کتاب کو یہ کہکر جھٹلائیں کہ ہماری عقل کے موافق نہیں اور خدا کی بزرگی کی شایانِ شان نہیں ! کیا اس سے عقل کو راحت نہیں ملتی کہ مخلوق عاجزی کے ساتھ اس بات کو ---جو خدا کی طرف سے اس پر ظاہر ہوئی قبول کرلے خاص کر اس وقت جبکہ یہ بات دلیل وبرہان

سے بتائی جائے ؟ کسی بیمار کو دواؤں کے اجزاء کے جاننے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو نہ ضرورت طبیب کی مہارت کو قبول کرنیکی ہے ! حق بات توظاہر ہے کہ مسیح ابن اللہ ہے جو جسم میں مارا گیا پھر جی اٹھا اور ابد تک زندہ ہے ۔ اور خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ایمانداروں کی شفاعت کرتاہے !

جب شیخ سلیمان یہ باتیں کرر ہے تھے توسید ابراہیم بول پڑا کہ میں جناب کا شکر گزار ہوں آپ کی باتوں سے کتاب مقدس اور خدا کی نسبت میرا ایمان اور بھی مضبوط ہو گیاہے۔

شیخ سلیمان : خدا آپ کو برکت دے ۔آئیے ہم شیخ علی ، شیخ محمود اور سید عمر کو بھی یہ نقشہ دکھلائیں ، اور آئندہ جلسہ کے انعقاد سے پہلے یہ معلوم کرلیں کہ ان کے خیالات اس بارے میں کیا ہیں؟ انہیں بھی اس بارے میں ہمنواہی پایا پھر یہ طے پایا کہ آئندہ کے جلسے میں شیخ ابراہیم ہی اس امر پر تقریر کرینگے ۔ ان کا خیال یہی تھی کہ کتاب کی صحت وسلامتی کی نسبت بحث کرنے کے لئے شاید ان کا آخری جلسہ ہو گا۔

فصل پنجم

تمام علمائے مذکورہ جلسہ کے دن جمع ہوئے سوائے عبد القادر فیصح کے توشیخ علی نے کھڑے ہو کر جلسے کی کارروائی اس طور شروع کی :

صاحبان ! ہماری باتیں ظاہر ہوچکی ہیں ۔ شیخ ناصر بن عمر تک ہماری باتوں کی خبر پہنچ چکی ہے اس کا بھتیجہ حاجی قدور طیش کی درشتی کافی زیادہ ہوچکی ہے ۔آج صبح شیخ صاحب کا بیٹا ایک خط دے گیا ہے جس میں انہوں نے کافی نصیحت وتہدید کی ہے شاید عبدالقادر نے ہی قبل ازوقت ہماری باتیں عام کی ہیں۔ عمر آفندی آپ شیخ صاحب کے خط کو پڑھ کر سب کو سنا دیجئے۔ خط کے پڑھنے کے دوران لوگوں کے چہروں سے حمیت ودلیری ظاہر ہورہی تھی ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی بڑے کام کے لئے خود کو تیار کررہے ہیں۔ اس کے بعد سید عمر حارس نے فرمایا کہ شیخ ہمیں یہ جتانا چاہتے ہیں ۔ کہ کیا کچھ نقصان اور تکلیفوں سے ہمیں گذرنا پڑے گا اگرہم نصاریٰ کی بات میں پھنس کردین اسلام چھوڑرہے ہیں !

۱ ۔ دین کی وہ باتیں جن کی ہم نے تربیت پائی ہی اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ہمیں خدا کی ان باتوں کی تلاش بھی کرنی چاہیے جوخدا ہم پرظاہر کرے اور خدا کی ہدایت ورہنمائی کی طلب کرنی چاہیے !

۲ ۔ خالق کی اطاعت سب سے اول شئی ہے اس کی مرضی اپنائیے۔

۳۔ ہواوہوس کو بالائے طاق رکھ کر حق وانصاف کی باتوں پر کاربند رہیئے۔ یقین کے برعکس شہادت دینا محض اس لئے کہ قوم کی خوشی اسی میں ہے صریحی گناہ ہے۔ ان تینوں باتوں پر عمل کرنے میں ضمیر کو اطمینان اور دل کو خوشی ہو گی خواہ باہر سے ہم پر کتنا ہی دباؤ پڑے ۔اب ہم اپنی روح کو بدبختی میں ڈالیں یا ابدی راحت میں ، یہ ہمارے اختیار میں ہے،

لہذا روح کی حفاظت کریں اور نجات کے وسیلوں کو ترک نہ کریں، ورنہ عذاب ابدی کے سزاوار ہوں گے!

اب جب یہ حال ہے توآپ کیا مناسب سمجھتے ہیں ؟ کیا ہم اس عالم فانی کی مختصر سی زندگی کے لئے قوم کی مرضی کے مطابق چلیں یا پھر سعادت دارین کے لئے کسی کی کچھ پروا نہ کریں۔ ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیے کہ اپنی سچائی اور محبت پر ہمیں قائم رکھے!

پھر سید مصطفیٰ حقانی نے فرمایا کہ بھائی سید عمر کی باتیں قرین صواب ہیں۔ جو مصیبتیں نازل کی جاتی ہیں وہ یا تو تادیب کے ہوتی ہیں یا امتحان کے لئے لہذا ہم خدا ہی سے ڈریں اور دلیر ہوں کیونکہ وہ سب چیز پر قادر ہے!

اب آئیے جو باتیں گذشتہ جلسے میں غور کرنے سے رہ گئی تھیں انہیں دیکھیں ۔ پھر شیخ ناصر الدین کے خط کے جواب پر غور کریں۔

شیخ محمود: ہاں! سارے گذشتہ مباحث ہمیں یاد ہیں ان پرپہلے ہم حکم لگائیں اور پھر انجیل کی تحریف کے مسئلہ پر بحث کریں کہئے آپ کی کیا رائے ہے ؟ اس پر حاضرین کے اشارہ پر سید ابراہیم نے کہا:

مضبوط اور مستحکم دلائل تورات کی عدیم تحریف اور اسکی صحت وسلامتی کی نسبت پیش ہوچکے ہیں ۔ یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ موجودہ تورات بلاشبہ خدا کی کتاب ہے جو انبیاء ورسل پر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی اس میں کسی قسم کی تحریف یا تغیر نہیں ہوا ہے اس لئے جو کچھ مسیح کی نسبت باتیں اس میں درج ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ ہاں بعض ایسی باتیں ضرور ہیں جن کا سمجھنا فہم انسانی کے لئے مشکل ہے اور اس خدائے تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کانوں سے قیمتی دھاتوں کے نکالنے میں کتنی دقتیں ہوتی ہیں۔ تو اعلیٰ الہیٰ باتوں کے حاصل کرنے کے لئے اسی طرح تکلیفیں اٹھانی ضرور ہیں ۔ دیکھئے یہ نقشہ جماعت کے سامنے حاضر ہے اسے دیکھئے تورات وانجیل میں کتنی مطابقت ہے خصوصاً مسیح کی الوہیت اور انسانیت اورصلیب دیئے جانے اور فدیہ بشر کے لئے جسم میں ان کے مرنے اور جی اٹھنے کے بارے میں اسی طرح قرآن شریف اور کتاب مقدس میں بھی کتنی یگانگت ہے ، ان امور میں کہ عیسیٰ انسان کی صورت میں تولد سے پہلے روح تھے۔ کنواری سے پیدا ہوئے اور پیدائش اور اقتدار کے لحاظ سے تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں! گو کہ کتاب مقدس کو دوسری کتاب کی شہادت کی حاجت نہیں ، تاہم قرآن کی یہ شہادت ہمارے جیسوں کے لئے مفید ہے۔ نقشہ سے ظاہر ہے کہ مسیح کی ولادت موت اور کلمتہ اللہ ہونے میں بڑی مطابقت ہے۔ مسیح کی نسبت جو خدا کی طرف ہے اس میں بھی مقاربت ہے ان کی الوہیت کی صراحت کا ذکر نہیں ہے نہ ان کی موت اور غایت موت کا۔

ہاں! تورات ان کی طرف اشارات کنایات ورموز سے پُرہے حتیٰ کہ تورات کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں مسیح کے فدیہ اور کفارہ کی طرف کوئی نبوت یا اشارہ نہ پایا جائے۔ اس کی بعض کتابیں تو ان امور سے بھری پڑی ہیں۔ انجیل میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اس بزرگ نجات دہندہ کے آنے اور انبیاء صالحین کی نبوتوں کے موافق کام کرنے کی خبر اور بشارت ہے۔ قرآن کا رویہ ذرا مبہم سا ہے۔ اس لئے حضرات! اگر کتاب مقدس کی صحت مان لی جائے تولامحالہ ان تمام باتوں پر جو اس میں ظاہر کی گئی ہیں ایمان لانا لازمی ٹھہرتا ہے اس لئے کہ مسیح کی الوہیت ، ان کے صلیب پر مارے جانے اور پھر جی اٹھنے سے انکار کرنا گویا ساری کتاب مقدس کا انکار ہوتا ہے۔ مگر کیا قرآنی آیات سے بھی یہی مطلب نہیں نکلتا۔ ان کو خدا کا کلمہ اور خدا کی روح بتانا جو کنواری مریم کی طرف ڈالا گیا تھا، ان کا کنواری سے پیدا ہونا ہی اہم دلیل ہے قرآنی عیسیٰ کی علوفطرت کی ۔ ان کی کافی شہرت کی وجہ سے شاید ان خصوصیتوں کی طرف چنداں توجہ نہیں دیجا سکی مگر وہ تورات وانجیل جس کی شہادت دے کر قرآن ان کی طرف مطالعہ کی رہنمائی کرتا ہے تو یہ مطالعہ بھید کے سامنے سے پردہ ہٹا دیتا ہے۔ یہ مطالعہ مسیح کی نسبت معرفت دیتا ہے کہ کس درجہ بدرجہ تورات وکتب تواریخ اور صحائف انبیاء خدا کے

اکلوتے بیٹے کی نجات کے کام کو کھولتے چلے جاتے ہیں - وہ کلمتہ اللہ کہلایا جو فی الحقیقت ابن اللہ ہے- آیت شریفہ :

" اے عیسیٰ (خدا فرماتاہے) میں تجھے مارنے والاہوں اوراپنی طرف اٹھانے والاہوں اوران لوگوں سے جو کافر ہوں تجھے پاک کرنے والاہوں اور تیرے متبعین کو کافروں اور منکروں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توروز قیامت تک فوقیت بخشوں گا (بخشنے والاہوں)-"

یہی وہ مسیح ابن اللہ ہے جو آسمانی باپ کی طرف سے جہان کی خلاصی کے لئے بخشا گیا جو مردوں میں سے جی اٹھا اور اپنی جسمانی کمزوری سے پاک ہو کر مع جسم کے آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اپنے متعبین کے ایمان کے باعث ان کا گڈریہ بنا اور ابد تک کافروں کو زیر کرنے کے لئے فوقیت دیتا ہے- چنانچہ بحث سے اور نقشے سے سلامتی کتابِ مقدس واضح ہو گئی ہے اور اس کا کتاب اللہ ہونا بھی ، مسیح ابن اللہ انسان کو نجات دینے والا بھی- اسی یقین پرڈٹے رہیئے-

اس پر اور گفتگو ہوئی اور آخر میں سب نے مسیح منجیِ انسان پر ایمان کا اقرار کیا- پھر یہ طے پایا کہ اب آئندہ کو ایسا جلسہ منعقد کرنا مناسب نہ ہوگا اس لئے مندرجہ ذیل امور کو ہمیشہ ذہن نشین کر لیجئے :

۱ - کتاب مقدس ہر طرح کی تحریف وآمیزش سے پاک ہے اور تراجم کا کہیں کہیں اختلاف اصول نہیں ہے - کیونکہ ان سے غایت کتاب برقرار رہتی ہے-

۲ - ہر دو کتابیں یعنی تورات وانجیل میں زبردست مطابقت ہے-

۳- ان دونوں کے حق میں قرآن بھی گواہ ہے مسیح کی خصوصیات قرآنی بھی مضامین انجیل سے زیادہ دور نہیں-

۴- ایک طرف تو تورات کالمبا ہاتھ نبوتوں ، احکام ودوستوں کے ذریعہ دوسری طرف ایک اورہاتھ قرآن کا جناب مسیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رہنمائی کررہا ہے- پس قرآن کی بزرگی یہ ہے کہ اس نے تشنہ لبان معرفت کو کتاب اللہ کے چشمہ تک پہنچادیا ہے- یہ کہکر " ان تقولو انما نزل الكتاب على طائفتين من قبلنا .....ثمہ اتينا موسىٰ الكتاب تما ما على الستى هى احسن ....وقفينا علىٰ اثارهمہ بعيسى ابن مريمہ واتينا ہ الانجيل "-

دو گروہ پر کتاب کا نزول ہوا---------موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد عیسیٰ کو بھیج کر انجیل دی-"

۵- ہم انجیل کے صریح کلمات کو جو حضرت عیسیٰ کے حق میں آئے ہیں جیسے وہ الہٰ اور انسان دونوں ہے، جسم میں مرا اور زندہ ہوا- گنہگاروں کے لئے اپنی موت سے فدیہ دیا، مانتے ہیں یہ الہیٰ رحم کی انتہا کا اظہار ہے اسی سے انسان اور خدا کے درمیان کی دوری ختم ہو کر حقیقی قربت واقع ہوتی ہے- اسی پاک خون سے انسانوں کے گناہوں کا فرض جو اسے عدل الہیٰ کے لئے تھا، چکا دیا گیاہے جس کے باعث اللہ کے صفات عدل ورحم میں مطابقت ہوجاتی ہے- شریعت توموسیٰ کی معرفت مگر فضل مسیح کی معرفت پہنچا- پس خدائے کریم جس نے ہم کو اپنے بیٹے کی بادشاہی میں بلایا اوراپنی راہ کی ہدایت کی وہی ہماری حفاظت بھی کرے گا!

اس کے بعد جواب خط کے بارے میں غور کیا گیا ، لوگوں کے التماس پر شیخ علی نے یہ جواب لکھا:

" معزز بھائی شیخ ناصر بن عمر!

بعد سلام ورحمتہ کے واضح ہو کہ

آپکے مکتوب اور غیرت ومحبت کے لئے شکریہ!

اے عزیز بھائی! خدا نہ کرے کہ ہم راہ مستقیم سے منحرف ہوں! ہم نے تو، تورات وانجیل کے بارے میں خوب بحث کرکے یہ معلوم کیا ہے کہ آیا ان میں فی الواقع تحریف وتغیر ہوا ہے یا نہیں؟ اورہم پر یہ واضح ہوا ہے کہ ان میں کوئی تحریف یا تغیر نہیں ہوا ہے وہ ان ساری باتوں سے پاک ہے قرآن بھی ان گواہی دیتاہے اور یہ جو کچھ خدا نے اس میں

نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں ۔ خدا کی اطاعت انسان کی خوشنودی سے بہتر ہے ہم آپ کی نصیحت بڑی خوشی سے قبول کرلیں گے اگر ہم پر ان امور کا بطلان ثابت ہوجائے یا اگر آپ ایسی دلیلوں سے جنہیں عقل قبول کرے اور دل کو راحت حاصل ہوجائے ان کا بطلان ثابت کردیں ! اگر ایسا نہ ہوا تو، بلاشبہ الہیٰ سچائی کو اختیار کرنے کی راہ میں جتنے بھی نقصانات ہم کو ہوں، ہم انہیں اٹھانے کو تیار ہیں ! ہمارے نزدیک خدا کی محبت واطاعت میں مرنا اس کے غضب میں زندگی بسر کرنے سے زیادہ آسان نظر آتا ہے ! یہ جملہ آپ کے خط میں دیکھ کر ہمیں افسوس ہوا کہ " آپ کو بھی اس سبب سے ہماری مخالفت کرنے پڑے " اگر آپ کے نزدیک ہم گمراہ ہوچکے ہیں تو کیا یہ مناسب ہے کہ آپ ہمارے دشمن ہو کر ہمیں اذیت دیں۔ یا دلیل وبرہان کے ذریعے ہماری گمراہی ہم پر ثابت کردیں ؟ ہم سب خدا کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اسی پر ہمارا توکل ہے وہی بہترین مددگار ہے !

آپ کے دعا گو

علی عمر ودیگر احباب

سب نے خط کے مضمون کو پسند کیا پھر اسے مکتوب الیہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعدہ سب نے دعا مانگی اور اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

فصل ششم

ادھر شیخ ناصر الدین ،سید عبدالقادر اور شہر کے بہت سے معلم ومشائخ معہ ان کے دوستوں کے شیخ مذکور کے مکان میں جمع ہو کر، شیخ علی اور ان کے رفقاء کے جواب کے منتظر ہی تھے عشاء کےوقت ان کا جواب بھی آگیا شیخ ناصر نے اس خط کو پڑھ کر سب کو سنایا۔سب کہنے لگے کہ ان علماء کی گمراہی پر سخت تعجب ہے کہ نصاریٰ کے جال میں پھنس کر محمد کی رسالت اور قرآن کے منکر ہو کر شیطان کے فریب میں آکر گمراہی کا شکار ہوگئے ہیں ! انہیں ایسا خط لکھتے ہوئے خوف بھی نہیں ہوا۔ خدا ہمیں شیطان مردود اور گمراہی سے محفوظ رکھے !

پھر یہ مشورہ ہونے لگا کہ ان گمراہ علماء سے کیسا سلوک کیا جائے ۔ آیا بحث ومناظرہ ہو یا حکام سے شکایت کی جائے۔ یا پھر ایک دفعہ اور پندو نصیحت کی جائے ؟ایک شخص عبدالکریم نامی نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا:

" یہ تو ظاہر ہے کہ شیخ علی اور ان کے ہمراہی دین نصاریٰ کے اعتقاد پر اب جم چکے ہیں اور وہ سب صاحبِ علم وفضل ہیں اور دین اسلام کی صحت اور بائبل کی تحریف کی بابت سارے دلائل شاید ہم سے بڑھ کر جانتے ہیں اور چونکہ وہ مناظرہ کے لئے مستعد ہیں اور بعض تو بہترین مقرر ہیں۔ ہمارے پاس اس اعلیٰ قسم کی کتب ودینیہ وتاریخیہ بھی میسر نہیں ہے تو اس صورت میں صرف عیسائیوں سے ہی ہمارا مقابلہ نہیں ہوگا بلکہ ایسے ایسے علماء اسلام سے جو نصاریٰ ہوچکے اور بہت پُرعزم بھی ہیں لہذا یہ بھی اندیشہ ہے کہ مناظرہ سے اور بھی سینکڑوں مسلمان متاثر ہوں۔ اس لئے بحث ومباحثہ کرنا خلاف حکمت و مصلحت ہے۔ آگ اور بھڑکانے کے بجائے ہم دو نہایت صابر وحلیم اشخاص کو چُن کر ان کے پاس پندو نصیحت کرنے اور ان کو توہمات باطلہ سے لوٹانے کی کوشش کریں اور انہیں یہ احساس دلائیں کہ دین اور عبادت

میں ہم انہیں علیحدہٰ نہیں دیکھ سکتے اس لئے اس آخری نصیحت پر کان دھریں ورنہ بدرجہ مجبوری اس بُرے فتنہ کی بیخکنی کرنے کے لئے ہمیں حکام کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ خدا کرے ہم اس کوشش میں کامیاب ہوجائیں:

سب نے اس رائے کو بہ نظر تحسین دیکھا اور طے کیا کہ شیخ عبدالکریم اور شیخ جمال الدین ہی کے ذمہ یہ کام سونپا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں اس عظیم خدمت کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے۔

اب ہم جلسہ میں حاضر علماء کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو برخاستگی جلسہ کے بعد اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہورہے تھے تو اچانک شیخ سلیمان فاضل کے دل میں خیال آیا کہ اس خط کی وجہ سے آج رات یا کل صبح کوئی بڑا حادثہ ضرور رونما ہونے والا ہے۔ وہ لوٹ کر شیخ علی کے پاس آئے اور اپنے اندیشہ کو ظاہر کردیا اور بعد مشورہ پھر سارے بھائیوں کو واپس صلاح ومشورہ کے لئے بلایا حتیٰ کہ رات بھر وہیں رہنا بھی طے پایا۔ سوائے عمر آفندی اور حسن آفندی کے سب لوگ جمع ہوگئے اور خط کے نتائج پر غور کرنے لگے کہ سید قادر نے پہلے ہی سے ہمارے معاملہ کی خبر بہت سے لوگوں کو کردی ہے اور انہوں نے حکام تک ہماری شکایت بھی کردی ہوگی۔ شاید وہ رات ہی میں آدمی بھیج کر ہمیں گرفتار کرلیں! ہمارے لئے تنگی ومصیبت تو لازمی ہے، آزادی اور سچائی کی اس ملک میں جگہ نہیں! اس پر شیخ عبدالہادی بولے کہ فرض کرلیجئے کہ حکام آدھی رات یا کل صبح ہمیں گرفتار کرلیں تو ہم اپنے دوستوں اور بھائیوں سے اسی وقت جدا کردیئے جائیں گے۔ شاید ہم ہلاک یا جلاوطن کردیئے جائیں اور ہماری جائیداد ضبط کرنے کے لئے جہاں تک ہوسکا ہم پر افترا باندھے جائیں گے!

کیا جب اس قسم کی تکلیفیں ہم پر واقع ہوں تو ہم سچائی کو چھپائیں یا اس سے پھر جائیں گے۔ بھائیو! مسیحی دین کی قوت جہاں کے ذریعہ قائم ومضبوط نہیں ہے بلکہ ذلتوں کے بوجھ تلے حاصل ہوتی ہے ۔جب مخالفتوں اور خوف کا غبار چھا جاتا ہے اس وقت اس کی خوبصورتی اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مسیح نے بھی دشمنوں کے ہاتھوں تکلیفیں برداشت کیں حتیٰ کہ جان سے بھی انہیں ہاتھ دھونا پڑا۔ کیا اس صورت میں ہم اس کے دکھوں میں شرکت سے کنارہ کشی کرلیں ؟

انہوں نے فرمایا کہ :

" جو اس بدکردار زمانہ میں مجھ سے اور میرے کلام سے شرمائے گا میں بھی اپنے باپ کے اور فرشتوں کے سامنے اس سے شرماؤنگا اور جو ہر روز اپنی صلیب اٹھا کر میری پیروی نہیں کرتا۔ میرے لائق نہیں ہے۔ اگر ہم خلوص نیت سے اللہ پر ایمان لائے ہیں تو ہم اپنے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے جیتے ہیں تب ہی وہ اپنے فضل اور زور سے ہمیں زور آور کرے گا اور ساری مشکلوں میں فتحیابی بخشے گا۔ سب نے جواب دیا کہ جو سچائی ہم پر ظاہر ہوچکی ہے اس سے ہم ٹلنے والے نہیں ۔ضعیف توضرور ہیں لیکن ہمارا خدا، اور مسیح ، اپنے فضل سے ہم کو سہارا دیگا!

شیخ محمود : بھائیو! آپ کی باتوں سے جو خوشی واطمینان ہمیں ملا ہے اس کے بیان کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دلوں میں خدا کی محبت نے جگہ پکڑلی ہے۔ دوستو! ہمیں اپنی جانوں کو اسکی راہ میں ایسا ہی خرچ کرنا ہے جیسے یسوع (عیسیٰ) نے ہم سے موت تک پیار کیا اور ہمیں خلاصی ، زندگی اور جلال عطا کیا۔ رسول فرماتے ہیں کہ " ہماری پل بھر کی تکلیفیں ہمارے لئے زیادہ جلال کا باعث ہیں ۔

اسی وقت نوکر نے دستک دی اور کہا کہ حضور سے دو اشخاص ملنا چاہتے ہیں ۔ جب انہیں باریابی ملی تو دونوں اندر آگئے ۔ یہ شیخ عبدالطیف اور جمال الدین ان کے پرانے رفیق نکلے صاحب سلامت کے بعد قہوہ نوشی چلی پھر شیخ عبدالکریم سے سلسلہ گفتگو یوں شروع کیا:

" پیارے بھائیو اور دوستو!

ہمیں ہمارے پرانے رفیقوں، شیخ ناصر الدین عمر، شیخ عبدالرحیم اموی، شیخ حسین نابلسی اور سید عبدالقادر نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ انہیں آپ کے خط سے بڑا رنج ہوا ہے کہ آپ لوگ ایک مشرک و نصرانی کی پیچ در پیچ باتوں سے اس طرح گمراہ ہوئے سچے دین محمدی اور کتاب اللہ قرآن سے پھر گئے، بہت غور کے بعد انہوں نے یہ مناسب جانا کہ اپنی محبت اور دوستی کا پیغام آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے یہ عرض کردیں کہ وہ کسی قسم کی تکرار ومباحثہ آپ کے ساتھ کرنا پسند نہیں کرتے وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ آپ لوگ دین وعبادت اور پیار کی پُرلطف صحبت سے محروم کردئے جائیں۔اس لئے ان کا التماس آپ لوگوں سے یہ ہے کہ کل امتِ محمدیہ کے جسم پرجو بڑے زخم آپ لوگوں کی طرف سے لگائے گئے ہیں، ان پر مرہم لگائیں اور ابلیس کے چنگل سے چھوٹ کر اپنے پرانے اعتقاد کی طرف لوٹ آئیں اور بہشتی باغوں کی نعمتوں سے حظ اٹھائیں ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ بھائیوں کی نصیحت قبول کرلیں اوراپنے بزرگوں کے سچے دین کو پھر اپنائیں ورنہ ہم اپنے دلوں کی محبت کے خلاف مجبور ہوکر یہ باتیں حکام کے گوش گذار کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ ذرا سوچئے تو کہ اگر خدا نخواستہ آپ لوگ انہی اوہام، پر قائم رہیں گے تو آپ کو کیسی سخت مصیبت اور بے عزتی برداشت کرنی ہوگی!

آپ جیسے عالم زمانہ کا دین اسلام کو چھوڑدینا اور دینِ نصاریٰ کو اختیار کرنا ایک ایسی بات ہے جس کی برداشت ہم میں نہیں ہوسکتی کیونکہ اس سے بڑے مصائب اور سخت آفات کا اندیشہ ہے۔ کیا یہ جہالت کی بات نہیں ہے کہ آپ اس کو، جسے آپ نے بہت عرصہ تک تکلیفیں اٹھا اٹھا کے بنا کیا ہے اسے منہدم کردیں ہم اپنے بھیجنے والوں کی طرف سے اسی لئے آپ سے ملتجی ہیں کہ آپ باز آجائیے۔ خدا غفور الرحیم ہے آپ کو معاف کردے گا۔ اے کاش کہ ہماری باتیں آپ کے نزدیک مقبول ہوں اور ہمارا یہاں تک آنا مبارک رہے!

" ہمیں امید ہے کہ آپ ہم کو شافی جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ ہم واپس جاکر انہیں، جو منتظر بیٹھے ہیں بتاسکیں۔"

اس پر شیخ علی نے جواب دیا کہ:

" اے عزیزو! ہم بھائیوں کی محبت کے لئے بے حد ممنون ہیں، اگر آپ ہم سے گفتگو کا طریقہ اپناتے اورہماری گمراہی ہم پر ثابت کرتے تو ہم اسے زیادہ پسند کرتے بجائے اس کے کہ آپ نے لوگوں کو بھیجا ہے، آپ جانتے ہیں کہ ہمارے دلوں اور عقلوں نے جسے سچا سمجھ کر قبول کیا ہے اسے ترک کریں بغیر اس کا بطلان ثابت ہوئے جس کے ماننے کی ہم میں طاقت نہیں ہے ورنہ ہم ایسا کرتے ہی کیوں؟ آپ عالم فقہ ہیں پس فرمائیے کہ کون سی شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ مدعا علیہ پر اس کا جواب سننے سے پہلے فتویٰ لگادیا جائے بغیر کوئی شرعی وجہ بتلائے؟ پھر آپ لوگ ہمیں یہ خوف دلاتے ہیں کہ باز نہ آنے کی صورت میں حکام سے ہماری شکایت کی جائے گی۔ اگر ہم خوف کے اثر میں ہوکر اپنے عقیدہ سے پھر بھی جائیں تو ہمارا اس طرح سے رجوع لانا جو سچے دل سے نہ ہو کیا منافقت نہ ہوگی؟ ہم اس دن خدا کو کیا جواب دینگے جب کسی کا باپ بیٹا دوست کام نہ آئیگا کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آخرت کو دنیا کے عوض بیچ دیں؟

اے کاش کہ آپ لوگ بھی یہ سچ جان لیں کہ کتاب مقدس میں کسی قسم کی تحریف وتغیر نہیں ہوا ہے بلکہ ابد تک وہ اپنی اسی وضع پر موجود ہے جیسے پہلے تھی۔ وہ خدائے قادر کے ہاتھوں اس طرح محفوظ ومصئون ہے۔ اور عیسیٰ جس کی بابت تورات میں انبیاء اللہ شہادت دیتے آئے ہیں بلکہ خود قرآن بھی اس کو روح اللہ اور کلمتہ اللہ کہتا ہے وہ سچ ہے کلمتہ اللہ اور الہٰ وانسان دونوں ہے اور تمام جہان کا فدیہ کارومنجی بھی ہے۔

تورات میں اس کی لغات ومحاورے کے مطابق تفتیش وجستجو اگر آپ کریں تو آپ اس منجی بزرگ کے حق میں گواہی ملیگی جس کے لئے اور جس سے تمام چیزیں پیدا ہوئیں۔

خدا کی شہادت کے مطابق ہی جو اس نے اپنی کتاب میں دی ہے، یہی میرا ایمان ہے۔ اب میں اپنے منجی کی معرفت کے سامنے تمام چیزوں کو بے حقیقت جانتا ہوں ۔ اب نہ مجھے کوئی شئبہ ہے اور نہ میرے ساتھیوں کو۔

اس پر سب نے ہمزبان ہوکر کہا کہ ہاں، جو شیخ علی کا ایمان ہے وہی میراایمان ہے۔!

اس کے بعد شیخ محمود نے کہنا شروع کیا کہ:

" اے بھائیو!آپ بڑی محبت اور خلوص نیت سے ان اقوال پر توجہ کیجئے جو شیخ علی نے فرمائے ان پر غور کیجئے اور ہماری ہلاکت اور خانہ بربادی کی کوشش نہ کیجئے کیونکہ ہم نے نہ آپ لوگوں کا کچھ بگاڑا ہے اور نہ سلطنت اور قوم کا کچھ گناہ کیا ہے! ہماری یہ درخواست ہے کہ آپ ہمیں یہ عمر چندروزہ اسی آزادی سے جو خدا نے ہر انسان کے لئے مقرر کی ہے، گذارنے دیں تو یہ اورزیادہ انسب ہے!

اس طرح سب نے اپنی خواہشوں کا اظہار کیا کہ حکام کی شکایت کے ارادہ سے بازرہیں اور زبانی یا تحریری مباحثہ کرلیں!

شیخ عبدالکریم : دوستوں کے سامنے ہم آپ کے خیال کو پیش کردینگے ۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ مقبول نہ ہوں گے ۔ ہم آپ کے پاس نصیحت لیکر آئے الٹا آپ نے ہمیں وعظ دینا شروع کردیا۔ ہم توجاتے ہیں آپ لوگ خرابی اور مصیبت کے لئے تیار ہیں۔

انہوں نے اناَللہ وَانا الیہ راَجعُون پڑھا اور کہا کہ اگر پروردگار کی یہی مرضی ہے کہ سچائی کے قبول کرنے سے ہم پر کوئی بلا نازل ہو تو ہم کو پختہ امید ہے کہ وہ اپنے روح القدس سے ہم کو قوت بخشے گا تاکہ اسے صبروشکر سے برداشت کریں!

دونوں کے چلے جانے کے بعد شیخ احمد نے انجیل یوحنا کے تیرھویں باب سے سولھویں تک تلاوت کی حاضرین پر ایسا اثر ہوا کہ آنکھیں پرُنم ہوگئیں پھر سب نے گھٹنوں کے بل ہوکر دعائیں کیں کہ انجیل پر قائم اورپختہ رہنے میں پروردگار کی مدد شامل ہو! انہوں نے خصوصاً اپنی دعامیں اپنے مخالفوں کو یاد کیا کہ انہیں بھی ایمان ونجات کی توفیق ہو۔ تمام حکام وقاضیان وقت کے لئے بھی دعا کی گئی کہ خلقت کا بہتر طریق سے انتظام کریں اورآخر میں یہ کہ اےخداوند جنہیں انجیل کےوسیلہ سے اپنی بادشاہی میں بلایاہے انہیں یہ بخشش کہ وہ تیرے دستِ مبارک میں بطور کارآمد ہتھیار کےہوں اور ہزاروں کی رہنمائی اور حیات ابدی تک پہنچانے کا ذریعہ! ہماری ان دعاؤں کو تنہا منجی نیزروح القدس کے نام میں قبول فرمالے۔

(آمین)

فصل ہفتم

جب شیخ عبدالکریم اور عبدالطیف نے واپس آکر دوستوں سے سارا ماجرا بیان کیا تو وہ حیران وششدرہ گئے اور کہنے لگے اب وہ ایسا گرے ہیں کہ ان کا اٹھانا محال ہے۔ جب ان پر بلاآئیگی تو وہ خود باز آجائیں گے مگر شیخ عبدالکریم نے کہا کہ شاید کئی لوگ دکھ کی برداشت نہ کرسکیں اور باز آجائیں لیکن مجھے تو لگتا ہے کہ وہ پھرنے والوں میں سے نہیں۔ حاجی قدور بھی اس وقت وہاں آپہنچا اور یہ باتیں سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ چلانے برا بھلا کہنے اور تکبر کے نعرے بلند کرنے لگا اور بولا کہ یہ تو دین میں فتنہ برپا کرنا ہوا، یہ لوگ اب نبی وقرآن کے منکر ہو چکے ہیں اور عذاب وسزا کے حقدار ہیں الٹے آپ لوگ ان کی چاپلوسی میں لگے ہیں اور انہیں ایسے ایسے مواقع فراہم کررہے ہیں کہ وہ اپنی برائی اور گمراہی کے بیج دوسروں میں بھی بوتے رہیں؟

شیخ درویش عمری: بیشک حاجی قدور کا خیال صحیح ہے، احمقوں کے معاملہ میں ہم نے بہت کوتاہی کی ہے۔!

حاجی قدور: میں شہر کے لوگوں کو بھڑکاتا اور آمادہ کرتا ہوں تاکہ عین غفلت میں ان کو گرفتار کرلیا جائے ورنہ وہ رات کا فائدہ اٹھا کر کہیں بھاگ کر روپوش نہ ہوجائیں!

شیخ عبد الرحیم اموی: نہیں نہیں! وہ لوگ شہر کے بڑے لوگوں میں ہیں اور صاحب عزت وقار ہیں ان کے مددگار بھی کم نہیں اس لئے گو کہ تمہاری غیرت لائقِ تعریف تو ہے لیکن عقل ودانش کے خلاف ہے، تمہاری حرکت سے شہر میں بدامنی کا خطرہ ہے ان کی گرفتاری کی کوشش ایک خوفناک نتیجہ کی حامل ہے! یہ معاملہ قاضی آفندی اور مفتی آفندی کے گوش گذار کرنا چاہیے۔ اس پر یہ طے پایا کہ ناصر بن عمر اور عبدالقادر اس معاملہ کو قاضی ومفتی تک لیجائیں اور پھر سب لوگ اسے دارالحکومت میں حاضر ہو کر والی وحاکم کے روبروپیش کریں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

صبح ہوتے ہی قاضی کے حضور یہ معاملہ پیش کردیا گیا اور انہیں بھی بھڑکانے کی ازحد کوشش کی گئی لیکن قاضی صاحب چپ چاپ سب کچھ سنتے رہے اور آخر میں بولے بات تو بڑی افسوسناک ہے مگر آپ لوگ شاید ان کے خلاف مبالغہ سے کام لے رہے ہیں۔ مفتی آفندی کو میں خود ہی معاملہ سے باخبر کردوں گا۔ ہاں تم حاکم کو جا کر مطلع کرسکتے ہو۔

قاضی صاحب ایک دانا شخص تھے۔ وہ مفتی کے پاس پہنچے انہیں اطلاع دی اور معاملہ کی نزاکت پر غور ہونے لگا۔ چونکہ مدعا علیہ لوگ شہر کے ممتاز دوستوں میں سے تھے اور بعض رشتہ دار بھی تھے اس لئے وہ سوچنے لگے کہ حاکم لوگ تو غیر لوگ ہیں انہیں ذرا بھی قانونی وجہ ملی تو نقصان پہنچانے میں دریغ نہیں کرینگے حاسدوں کو بھی موقع ہاتھ لگ جائے گا پھر ان کے خاندانوں اور بال بچوں پر آفت آجائے گی۔

قاضی صاحب کے آنسو آگئے تو مفتی صاحب نے انہیں دلاسہ دیا اور بولے کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ دینی اور حکومتی معاملات کا شریعت کی پابندی میں انتظام کریں۔

قاضی: میرے لئے تو شیخ محمود اور شیخ علی وغیرہ کی بربادی کے فتوے دینے سے تو بہتر ہے کہ میں عہدہ سے الگ ہو کر تارک الدنیا بن جاؤں۔

مفتی: آپ دل چھوٹا نہ کیجئے وہ اپنی گمراہی سے باز آجائیں گے۔

قاضی: صاحب نے بھی امید ظاہر کی اور مفتی صاحب سے بھی اس معاملہ میں مدد دینے کی درخواست کی اور کہنے لگے کہ اگر وہ لوگ اپنی بات پر اڑے رہے تو کیا ہوگا اس کا مجھے فکر ہے۔

مفتی: بھئی زیادہ سے زیادہ انہیں ایسے ملک جلاوطن کردیا جائے گا جہاں مسلمان نہ ہوں۔

قاضی: یہ توسب سے بہتر بات ہوگی لیکن کیامعلوم کہ ہم اس میں کامیاب ہوں گے بھی، اپنے دربار میں تمام علماء ومدرسین کے جم غفیر کو دیکھ کر سب درباری اور والی سخت حیران ہوئے اور انہیں بیٹھنے کے لئے کہا گیامگر جب انہوں نے انکار کیا تو اور بھی حیران ہوئے اور وجہ جاننا چاہی تو یہ بولے کہ آپ دربار میں تخلیہ کردایجئے کیونکہ معاملہ ہی اتنا نازک ہے اس پروالی نے تمام مقدمہ کوملتوی کردیا اور تمام نصاریٰ کو بھی دربار سے چلے جانے کے لئے کہہ دیا تب عبد القادر یوں گویا ہوا:

" دولتِ عالیہ کو خدا ابد تک قائم رکھے جو اسلام کی حفاظت کے لئے غیرت وحمیت رکھتی ہے۔ حضور سے پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ علی ابن شیخ عمر اور شیخ احمد حسن عبدالہادی سلیمان ابن شیخ محمد فاضل اور عمرآفندی زاکی، اور حسن آفندی قباواتی اور سید ابراہیم مصطفیٰ اور یسینٰ حقانی نے مذہب نصاریٰ قبول کرلیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ احمد عبدالہادی اور حلب کے ایک نصرانی یوحنا غیور میں قدیم دوستی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا نصرانی نے ایک خط بھیجا جس میں دین نصرانی کا ثبوت اور کل ادیان کا جو اسکے خلاف ہیں ابطال تھا۔اس خط کو جملہ علماء مذکورہ بالا کو اطلاع دی گئی ۔ کچھ بحث و گفتگو کے بعد سوائے اس خادم کے دیگر سب حاضرین اس خط کی منشاء اور غایت پرمائل ہوگئے اس کے بعد میں نے کچھ کہا اور سارے نبیوں اور قرآن کی حمایت کی انہوں نے اس پرکان نہیں دھرا۔ میں نے اپنے استاد ناصر الدین عمر کو اس معاملہ سے مطلع کردیا اور انہوں نے یہ رائے دی کہ برادرانہ نصحیت کے طور پر انہیں ترغیب دی جائے کہ ایسے خیالات سے بازآئیں لیکن انہوں نے خشونت اختیار کی اور اپنے منہ سے نصاریٰ ہونے کا اقرار کیا۔

یہ وہ خط ہے جو شیخ علی کے قلم کالکھاہوا ہے اس پر بھی شیخ ناصر الدین نے عجلت نہیں کہ بلکہ دواشخاص کوان کی طرف پندو نصیحت کے لئے روانہ کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ ہم مسیحی ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح خدائے مجسم ہے جو گنہگاروں کے فدیہ کے لئے مصلوب کیا گیا جب کوئی کوشش بارور نہ ہوئی تو وہ لوٹ آئے۔ چونکہ ان کی اس حرکت سے قوم اور حکومت کو نقصان پہنچیگا اس لئے ہم حضور کی خدمت میں یہ معاملہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

پھر ترجمان کے ذریعہ سارا خط سنکر والی کو تعجب ہوا کہ علمائے اسلام کی زبانی ایسے کلمات کس طرح نکلے اس کو یقین نہ آیا اس نے پوچھا کہ سچ علی نے ایسالکھا اور تم اس کے خط کو پہنچانتے ہوا انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضور انہیں کا خط ہے۔ اس کے بعد والی نے ان علماء کو دربار میں طلب کیا اوران کے سامنے پھر دوبارہ خط پڑھا گیا۔ خط کے اختتام کے بعد والی نے پوچھا کہ یہ خط کس کالکھا ہوا ہے؟ شیخ علی نے جواب دیا حضور کے خادم کا والی نے تب پوچھا کیا تو سچ مچ عیسائی ہوگیا ہے ۔ شیخ علی نے جواب دیا ہاں، حضور خدا کے فضل سے والی نے جھڑک کرکہا چُپ رہ بد بخت، ایک توگمراہ ہوااس پراسے کہتاہےخدا کے فضل سے۔

پھر اس نے شیخ علی کے ہمراہیوں سے بھی پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بندہ پرور خدا ہمیں گمراہی سے بچائے ہم تو حق کے پیروہیں جوکچھ خدا نے اپنی بزرگ کتاب تورات وانجیل میں ظاہر کیا ہے اور جنکی قرآن گواہی دیتاہے اس کی پیروی کی ہے۔"

والی: کیا قرآن شریف تمہارے لئے کافی نہیں؟ علماء نصاریٰ نے کہا۔ وہ خود ہم کو تورات وانجیل کی طرف رہنمائی کرتاہے اس لئے ہم نے اسے پڑھا اور قبول کیا۔ اس پروالی ترشروہوکر بولا، انجیل میں تو بڑی تحریف ہوئی ہے۔ کیونکہ عیسیٰ ابنِ مریم کو اللہ اور انسان ٹھہراتی ہے، اس میں لکھا ہے کہ اللہ موہوم کو صلیب دی گئی اور وہ ---دفن کیا گیا اور

تیسرے دن جی اٹھا اور وہ اپنی اس موت کے وسیلہ سے اپنے پیروؤں کو ان کے گناہ سے پاک کرتاہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بیہودگی ہوسکتی ہے ؟

کسی طرح تم موحد مسلمان بن کر بھی ایسے شرمناک مشرک بن گئے اور قعر ضلالت میں پڑگئے ، اپنے اجداد کے دین کی طرف لوٹ آؤاور اس مجلس کے سامنے توبہ کرو!

شیخ علی : حضور کچھ ہماری بھی سن لیجئے ! ہم نے بائبل کے بارے میں بہت غور کیا ہے اور ہمیں اس میں کوئی تحریف نہیں ملی بلکہ وہ الہیٰ سچائی نظر آئی ہے جو تورات وانجیل کی غایت ہے۔ دین کا معاملہ خدا اور انسان کے درمیان کا معاملہ ہے لہذا حضور ہم دین کے سواسب باتوں میں حضور کے تابع ہیں انسان سے بڑھ کر خدا کی مرضی واطاعت ہم پر فرض ہے۔ اس بات پر والی بڑا غضبناک ہوا اور انہیں قید خانہ کا حکم دیا لیکن قاضی کے سمجھانے بجھانے پر انہیں پھر واپس بلا کر ان کو قاضی نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ لوگوں کا ہم احترام کرتے ہیں اور یہ باتیں برداشت نہیں کرسکتے کہ آپ جیسے جید عالم لوگ اسلام سے گمراہ ہو کر دوسرا دین اپنائیں اور خدا رسول اولیاء اور حکومت وقت سے گرو گردانی کریں ، یہ وقت مباحثہ ومناظرہ کا نہیں ہے آپ ہم پر مہربانی کریں ، ہماری اور اپنی عزت خراب نہ کریں یہ ناقابل برداشت بات ہوگی۔وہ دن یاد کیجئے جب ہم لوگ ہم سبق تھے۔ ہم توآپ کے خطبوں کو نہیں بھولے ہیں جنہوں نے قوم کے دلوں پر امٹ اثر چھوڑے تھے آپ کی تبدیلی مذہب سے کیسی کچھ آفت آئیگی!

مفتی شہر نے بھی سمجھانے کی کوشش کی ، ہم سبق ہونے کا واسطہ دلایا اور زور دیا کہ حضور والااور اپنے بھائیوں کے التماس کوخاطر میں لائیے اور ہمیں ممنون کیجئے !

پھر ذرا سوچنے کی مہلت دی گئی اور شربت وقہوہ وغیرہ پیش کئے گئے پھر دو دو کرکے لوگ صحن میں منتشر ہوکر گفتگو میں مشغول ہوگئے ۔آخر کار اس کا یہ نتیجہ ہواکہ تین اشخاص حسن آفندی قباواتی ، سید حسن ابونصر اور سید مصطفیٰ حقانی نے توبہ کی طرف میلان کا اظہار کیا ان کے رجوع لانے سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس پر قاضی مفتی اور والی نے باقی ماندہ علماء سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی اپنے ہمراہیوں کی طرح خدا رسول پر گواہی دینے اور راہ مستقیم پرواپس آنے کا اقرار کرلیں۔

شیخ محمود رافعی : حضور ، اپنے اور اپنے دوستوں کی طرف سے بندہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے ۔ اجازت ملنے پر انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اعتقاد کی جگہ دل میں ہے جو برہان کے سوا نہیں نکل سکتے ، خارجی دباؤ میں اگر ہم رجوع بھی کرلیں تو وہ عارضی ہوگا لیکن مباحثہ اگر کرلیں اور مضبوط دلیلوں سے ہم کو قائل کردیں تو یہ عمدہ بات ہوگی اور ہمارے وہم کی غلطی بھی ہم پر ظاہر ہوجائے گی وگرنہ ہم کو ہماری حالت پر چھوڑدیا جائے کہ ہم اپنے خیالات کی آزادانہ پیروی کرسکیں۔ تھوڑی دیر تک اراکین مجلس بالکل خاموش رہے پھر والی نے ان کو باہر جا کر انتظار کرنے کا حکم صادر کرکے باہم مشورت شروع کردی اور حاضرین سے پوچھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے ؟ زیادہ تر لوگ تو وہ دو تین کو قتل کردینے کے درپے پر تھے ۔ بعض قید خانہ کے بعد بھاری جرمانے کے اور جلاوطن کے حق میں تھے۔ اس پر قاضی صاحب بولے کہ جناب عالی ملک کے قوانین تورعایا کوآزادی اعتقادومذہب دیتے ہیں اگر انہیں اس بنا پر سزا دی جائے کہ اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ کر دوسرا دین انہوں نے اختیار کیا ہے تو ایسا حکم قانون سلطنت کے خلاف ہوگا ۔ مفتی صاحب نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا۔ کافی غور کے بعد یہ طے پایا کہ باب عالی دارالسلطنت سے رائے حاصل کرلیجائے اور تب تک نظر بند کرکے رکھا جائے ۔ کچھ خاص لوگوں کو مقررہ اوقات پر چلنے کی اجازت بھی دی جائے تاکہ اوہام باطلہ سے لوٹنے کے مواقع انہیں ملتے رہیں۔

باب ہشتم

یہ تو قید خانہ میں جا کر شکر بجالائے کہ ایمان کی خاطر دکھ اٹھارہے ہیں لیکن شہر میں اس خبر کے پھیلتے ہی سخت اضطراب پیدا ہو گیا، جو لوگ ان کے علم وفضل وخوبی سے واقف تھے وہ توحیران ہی رہ گئے لیکن مخالفوں نے ان کے مرتد ہوجانے اور نصاریٰ ہوجانے کی خبر خوب خوب پھیلائی اور انتقاماً کوئی شرعی وجہ ان کی ہلاکت کی ڈھونڈنے لگے تاکہ ڈر کر سب نہیں تو کچھ ضرور تائب ہو کر واپس آجائیں، سب کو قتل کرنا تو ان کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ بڑے بڑے ممالک میں کامل دینی آزادی ہے پھر دوسروں کی نظروں میں وہ باعزت ہیں اور شہر میں ان کے معاون بھی بہت ہیں۔ لہذا اکثروں کا قتل تو انہیں مشکل نظر آیا لیکن صرف ایک قتل کی کوشش میں ان کا کوئی حرج نظر نہیں آیا۔ ان کی نظر انتخاب عمر حارس پر پڑی کیونکہ اس کے مددگار بہت کم تھے۔ شیخ ابراہیم تقی الدین اس تجویز سے ناخوش رہے اور انہوں نے احتجاج کیا کہ آپ لوگ اس کی ہلاکت کی کوشش میں حق پر نہیں ہیں کیونکہ ہر شخص کو آزادی مذہب کی قانون اجازت دیتا ہے لیکن شیخ احمد جیلانی نے کہا کہ جو کچھ شیخ نے کہا ہے اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ انکا خاندان مخالفت کرنے کی صفت میں ہمیشہ سے مشہور ہے۔

شیخ ناصرین: وہ الگ ہو گیا ہے تو ہونے دو۔ آؤ سوچیں کہ کیا طریقہ اپنایا جائے؟

شیخ احمد: نے تجویز رکھی کہ پہلے ہم ان کے پاس جانے کی اجازت حاصل کریں پھر نرمی اور ملائمت سے گفتگو کرتے کرتے عمر حارس سے دو سوال پوچھیں۔

پہلا تو یہ کہ کیا قرآن خدا کی طرف سے ہے یا نہیں؟

دوسرا یہ کہ کیا محمد کادعوائے نبوت سچا ہے یا نہیں؟

ان سوالوں کاجواب وہ ضرور دے گا۔ اگر وہ جواب اثبات میں دیگا تو جانو کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اگر نفی میں، تو ہم اسے پھانس لیں گے۔ چنانچہ مشورہ کے مطابق صرف تین اشخاص کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ عمر حارس تک جائیں اور باقی لوگ قید خانے کے قریب کسی جگہ بیٹھیں اور اسکی سنتے رہیں، جیلانی، علی عطار اور حاجی یسینؔ کو یہ بازیابی کا کام سونپا گیا۔

مصیبت زدوں کو قید میں پڑے آج چوتھا دن تھا کہ تینوں مشائخ دربار میں حاضر ہو کر اجازت باریابی لیکر قید خانہ کے اندر جا پہنچے۔ پہلے تو بڑی محبت سے سلام کیا اور نصف گھنٹہ صورت حزیں بنائے خاموش بیٹھے رہے گویا کہ لگے کہ سخت غم واندوہ میں ہوں۔ آخر کار شیخ احمد گیلانی نے اپنی زبان کھولی اور کہنے لگا کہ عزیزو آپ کے حالات جان کر بڑا رنج ہوا لوگوں نے آپ پر بہتان باندھنا شروع کردیا ہے۔ مگر آپ کی علمیت وشرافت کی وجہ سے گروہ بن گیا ہے اور سب دنگے فساد پر آمادہ ہیں اس لئے کہ آپ کی زیارت کو آگئے ہیں۔ ہمیں خوشی ہو گی اگر آپ اس مذہب کو جو آپ نے دین اسلام کے بدلے اختیار کرلیاہے۔ ترک کردیں، ہم اس لئے بھی حاضر ہوئے ہیں کہ کچھ پوچھیں آپ سے۔

شیخ عبدالہادی: جناب! آپ بلا تکلف پوچھیں۔

گیلانی: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کافی تحقیقات کے بعد آپ نے یہ معلوم کیاہے کہ تورات وانجیل میں کچھ تغیر نہیں واقع ہواہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں جو کچھ حضرت عیسیٰ کے بارے میں لکھاہے وہ قرآن کے عین مخالف ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ وہ خدا ہے مصلوب ہوا ہے اور فدیہ جہان بن گیاہے۔ کیا قرآن ان باتوں کے انکار کرنے میں غلط ہے اور منجانب اللہ نازل نہیں ہوا ہے؟ اس کا مہربانی فرما کر جواب دیں!

مگر وہ اس کا جواب دینے میں ٹھٹکے کیونکہ اس میں جو فساد اور برائی مرموز ہے اس کا انہیں بخوبی احساس تھا۔ وہ بولے کہ ہم فی الحال یہی کہہ سکتے ہیں کہ کتاب مقدس اور اس کی غایت ومسائل میں کوئی تغیر وفرق نہیں واقع ہوا ہے۔ ہمیں اور کچھ نہیں کہنا ہے کیونکہ آپ

کی نیتوں میں فتور جھلک رہاہے اور آپ جاسوسی کی غرض سے یہاں آئے ہیں تا کہ ہم کو شکار بنائیں۔

اس پر حاجی یسینٰ بولے نہیں نہیں ، کیا ہم بھیڑئیے ہیں، ہم توآپ کے بھائی ہیں اس لئے ہمیں اپنے جواب سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیجئے ! ہم پر یہ تو واقع ہے کہ بائبل اور قرآن میں بالکل مخالفت ہے۔ اتفاق تو بالکل نہیں ، اگر فی الحقیقت توریت وانجیل میں تغیر نہیں ہوا اور قرآن اس کے خلاف بولتاہے تو اس کا مطلب سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ قرآن خدا کی طرف سے نہیں ہے۔آپ صاحب علم وفضل لوگ ہیں آپ نے اپنی دریافت سے صحت وصواب کو معلوم کرلیاہے اور اس کے سبب یہ ساری بے عزتی اور قید گوارا کی ہے۔اسی بات نے ہمیں آپ کی خدمت میں آنے پر مجبور کیاہے مگر آپ الٹے ہماری نیتوں پر شک کررہے ہیں اگرآپ کو ہمارا یہاں آنا ایسا ہی ناگوار لگ رہاہے تو لیجئے ہم چلے جاتےہیں۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ سچ مچ جانے کا ارادہ ہے۔

شیخ علی : نہیں نہیں ، آپ جائیئے نہیں ، آپ جو اس سوال پر اصرار کررہے ہیں کہ کیا قرآن جھوٹا ہے تو اے بھائیو اگرآپ کو تورات وانجیل کی صحت میں کچھ شک ہے تو یہودیوں سے لیکر ان کی تورات کو پڑھئے اور اس کا مقابلہ انجیل نصاریٰ سے کیجئے اور پھر قرآن سے بھی کیجئے ، اس پر شیخ گیلانی نے بات کو کاٹ کرکہا کہ وہ تو ہم ضرور کرینگے اس وقت تو ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ عدم تحریف بائبل کو ماننا کیا دراصل قرآن سے انکار کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ شیخ پھر اس سوال کے دہرائے جانے اور اصرار سے گھبرا گئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو پریشانیاں پیدا کرنے کا موجب ہو۔ ان کی خاموشی اور ہچک کو دیکھ کر وہ لوگ بولے کہ آپ ہمارے سوالوں سے کیوں کنارہ کررہے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

یہ سن کر سید عمر حارس بول اٹھے (اور جو جال ان لوگوں کے لئے بچھایا جارہا تھا اس میں پھنس گئے) آپ ہم سے ایسے غیر متعلق سوال کیوں پوچھ رہے ہیں جن سے ہمیں آپکی نیت پر شک ہورہاہے ۔ کیاآپ نہیں جانتے کہ ہمارا دین اسلام کو ترک کرناہی اس سوال کا کافی جواب ہے؟ یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن میں بہت سی عمدہ باتیں ہیں جو بائبل سے لی گئی ہیں!

گیلانی (جیلانی) کو اب وہ موقع ہاتھ آگیا جس کا وہ منتظر تھا وہ بولا اے عمر حارس تم نے ٹھیک ہی کہا لیکن وہ وحی کے ذریعہ حضرت پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل نہیں ہوا ؟

عمر حارس: بھلا اگر ہمارا یہ اعتقاد ہوتا تو ہم نصرانی کیوں ہوتے ؟ جوں ہی جملہ اسکے منہ سے نکلا سارا لطف وکرم جو وہ دکھا رہے تھے غائب ہو گیا اور وہ پکار اٹھا:

" تمہارے اس کلام کے بموجب تو نہ قرآن خدا کا کلام ہے اور نہ محمد سچے نبی ہیں، بلکہ وہ فریبی رسول ہیں۔"

عمر تونے قرآن ورسول کے حق میں ایسا کفر بکا تونے اسلام، قرآن اور نبی ﷺ اسلام کی سخت اور ناقابل برداشت توہین کررہاہے ۔پھر کیا تھا ! عبدالقادر فصیح، شیخ عبدالکریم صائب حاجی قدور اور محی الدین ، شیخ ناصرالدین اور ایک جم غفیر جہلاء کو جو قید خانے میں ارد گرد جمع ہوگئے اور اس گھڑی کے منتظر تھے چلا اٹھے اے امت محمد یہ دیکھو دوڑو اور پھر نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے اور سب قید خانہ کے دروازے پر جمع ہوگئے اور چلانے لگے کہ ابن عمر حارس اللہ اور اسکے رسول پر کفر بکتاہے اور کہتاہے کہ قرآن بناوٹ ہے محمد فریبی اور حیلہ باز آدمی تھے جنہوں نے اہل عرب کو مکر وحیلہ سے فریب دیا تھا۔ یہ سگ مردار تمہارے نبی کو توہین کرتاہے اور کفر بک رہاہے۔ یہ آواز سنتے ہی لوگوں کو اژدھام اور جتھا جمع ہو کر قید خانہ کے کمرہ میں گھسنے کی کوشش کرنے لگے مگر فوج اور پولیس اگر بروقت نہ آجاتی تو قیدیوں کے اقربا اور متعلقین کی بڑی جماعت سے ان کا زبردست ٹکراؤ ہوجاتا۔ پولیس نے فوراً اہل فتنہ کو گرفتار کیا اور باقی

لوگوں کو پراگندہ کیا۔ مگر مفسدین باز نہیں آئے اور والی کے سامنے حاضر ہوئے تو شکایت کی اور بولے حضور والا! ہمارا گذر وہاں رہا جس میں نصاریٰ قید ہیں۔ ہم نے شیخ احمد گیلانی اور شیخ علی عطار اور حاجی یسینٰ قباواتی کو ان کے پاس جاتے دیکھا اور ہم تو اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے اور یہ علماء ان گمراہوں کو راست پر لانے میں لگ گئے۔ دوبارہ جب ادھر سے ہمارا گذر ہوا تو عمر حارس کے بلند آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے اور محمد قریشی کا دعوائے رسالت جھوٹا تھا یہ سن کر ہم معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی غرض سے جب قریب پہنچے تو اس مرتد اور لعین کی زبان سے یہ کلام سن کر دنیا ہماری آنکھوں تاریک ہوگئی اور حمیت دینی نے جوش مارا۔ ہم سے ضبط نہ ہوسکا اور ہم نے موت کو بہتر جانا کہ یہ اہانت آمیز اور کفر یہ کلمات سنیں۔ پھر شور وغوغا جب بہت بڑھ گیا تو فوج آگئی اور ہمیں گرفتار و بے عزت کی گیا، حضور ہمارے اس فعل سے چشم پوشی کریں کیونکہ بے اختیاری میں یہ حرکت ہم سے سرزد ہوگئی ہے۔

یہ سن کر والی نے گیلانی اور ان کے رفقاء کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ سامنے حاضر ہوئے تو حسب ضابطہ ان کی طرف سے سید عمر حارس پر نالش کا حکم دیا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عرضی تیار کی گئی۔

جناب عالیٰ دولتلو آفندم حضرت لری (ترکی زبان میں)

بندگانِ حضور عرض پرواز ہیں کہ ہم ان اشخاص کے اسلام سے مرتد ہونیکے سبب ان کو نصیحت کرنے حضور کی اجازت سے گئے تھے اور ہم نے بڑی نرمی سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ ضد وفساد سے ہمارے ساتھ پیش آئے۔ جب ہم نے آخر میں یہ کہا کہ قرآن تو اس بات سے انکار کرتا ہے کہ عیسیٰ خدا تھے اور مصلوب ہو کر مرے۔ تو ان میں سے ایک نے جس کا نام عمر حارس ہے جواب دیا کہ قرآن ہرگز خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ وہ محمد کی زبان سے جو خدا کے نبی اور رسول ہیں خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ تو اس نے بڑی حقارت سے کہا:

" محمد کہاں کا نبی ہوا وہ تو ایک حیلہ باز، دروغ گومکار قریشی تھا جس نے اہلِ عرب کو فریب دیا۔"

جس وقت ہم نے یہ سنا اور لوگوں نے بھی سنا تو فساد برپا ہوگیا لہذا ہم التماس کرتے ہیں کہ اس مفتری عمر حارس کو جس نے خدا ورسول کے خلاف کفر بکا ہے قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت بنے اور کسی کو ایسے فتنے اٹھانیکا آئندہ حوصلہ نہ ہو۔!

دستخط

یسینٰ قباقبی، علی عطار، محمد گیلانی

والی نے اس عرضی کو برائے تحقیقات عدالت کے پاس بھیج دیا اور انتظامی مقاصد کے پیش نظر مفسدوں کو کچھ عرصہ قید میں رکھے جانے کا حکم صادر کیا۔

عدالت نے عرضی پا کر عمر حارس کو طلب کر کے ----- اس پر جو دعویٰ قائم کیا گیا تھا بتا کر کہا کہ تم نے فلاں فلاں بُرے الفاظ کہکر جو اس عرضی میں درج ہیں قرآن شریف اور پیغمبر اسلام کے حق میں کفر بکا ہے تمہارا ان شکایتوں کے خلاف کیا جواب ہے؟

عمر حارس: حضور ایسا کلام میرے منہ سے نہیں نکلا بلکہ دورانِ گفتگو میں نے صرف یہ کہا تھا کہ قرآن میں بہت سی باتیں اچھی اچھی درج ہیں جو تورات وانجیل سے لی گئی ہیں اس پر شیخ علی عطار نے کہا کہ یہ بات وحی کے ذریعہ ہمارے نبی پر نازل نہیں ہوئیں؟ میں نے جواب دیا کہ اگر میرا یہ اعتقاد ہوتا تو میں نصرانی کیوں ہوتا؟ یہ سن کر اس نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور جھوٹ موٹ ہی عرضی میں مذکور باتوں کا بہتان باندھا۔ حتیٰ کہ اس کے رفیق شور مچانے اور فتنہ فساد پر آمادہ ہوگئے۔

قاضی بولے کہ اس معاملے میں سب طرح کی تحقیقات تو ہم پر واجب ہے۔

حاکم (والی): مگر تمہارے اس کلام سے وہی معنی نکلتے ہیں جن کے نالش کی گئی ہے!

عمر حارس نے جواب میں کہا کہ اگر میرے کلام سے وہی معنی نکلتے ہیں تو غیر مسلم قوموں سے جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے اور نبوت محمد پر اعتقاد نہیں رکھتیں یہی سوال اگر کیا جائے جیسا کہ مجھ سے کیا گیا تو وہ بھی یقیناً وہی جواب دینگی جو میں نے دیا۔ تو کیا وہ سب سزا کے مستوجب ٹھرینگے۔ میں نے سوا اسکے جس کا اقرار کرچکا ہوں اور کچھ بھی قرآن اور نبی کی شان میں نہیں کہا مدعی میرے دشمن ہیں اور گواہ میری ہلاکت کے خواہاں ہیں اگر ان پر اعتماد کرکے حکم لگایا جائے تو میرا سزا پانا یقینی امر ہے۔ کیا شریعت نصرانی کے خلاف اور وہ بھی ایسا نصرانی جو اسلام سے نکل چکا ہو مسلمان کی شہادت قبول کرتی ہے خصوصاً جبکہ قوم اور حکومت بھی اس کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اسی بات کے واسطے وہ قید میں پڑے ہوں؟ اس لئے حضور قانون کے مطابق میرا انصاف کیا جائے۔

والی نے کہا ضرور ضرور ہم تجھ پر حق کے مطابق حکم لگائیں گے، پھر حکم دیا کہ اسے قید میں ڈالدو اور مقدمہ کل پیش ہو!

دوسرے دن جب مقدمہ پیش ہوا تو مشورے ہونے لگے اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ اس کا قتل واجب ہے لیکن مفتی اور قاضی کہتے تھے کہ کوئی قانون ایسا نہیں کہ ایسے موقع پر مسلم گواہی کی بنا پر موت کا فتویٰ دینا واجب ہو۔

والی نے کہا کہ قاضی صاحب آپ ان مفسدوں کے طرفدار لگتے ہیں۔

قاضی نے کہا چونکہ ہم عدالت میں ہیں اس لئے یہی مناسب ہے کہ قانون کے مطابق ہی حکم لگایا جائے۔

مفتی صاحب نے بھی کہا کہ ہماری مملکت کئی اقوام اجناس اور مذاہب کے ماننے والوں سے مرکب ہے اگر ہم قانونِ ملک کے خلاف کرینگے تو بغاوت و ظلم کا دروازہ کھولیں گے۔

والی نے پھر مدعیوں کو حکم دیا کہ گواہ پیش کئے جائیں، اس مدعیوں نے بہت سے گواہ پیش کئے لیکن کوئی گواہی ملزم پر فتویٰ لگانے جیسی اسے نہ ملی۔ ایک گواہ ضعیف العمر نے کہا میں نے عمر حارس کو کہتے سنا کہ توریت وانجیل میں ہر گز تغیر و تبدل نہیں ہوئی عیسیٰ کی الوہیت اور صلیب فدیہ کی باتیں سچ ہیں اس میں کچھ شبہ نہیں ۔ اس پر شیخ احمد گیلانی بولا قرآن تو ان باتوں کی طرف نہیں ہے کیا تو قرآن کو جھوٹا سمجھتا ہے؟

عمر حارس نے کہا ہاں قرآن ہر گز خدا کی طرف سے نہیں۔

شیخ نے اس پر سوال کیا اے عمر حارس کیا تو نہیں جانتا کہ تو اس بات سے نبی محمدﷺ کو جھوٹا ٹھہراتا ہے؟

دوسرے گواہ نے کہا میں نے اسے کہتے سنا کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوا محمد ہر گز خدا کا رسول نہیں۔

تیسرے گواہ کی یہ شہادت تھی کہ میں نے عمر حارس کو کہتے سنا کہ ہاں قرآن خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ گیلانی صاحب نے پوچھا کہ دعوائے نبوت محمد کیا ہر طرح سے جھوٹ ہے اس نے کہا ہاں جھوٹ ہے۔

یہ گواہ معمر اور متقی لوگ تھے۔ والی نے کہا اے عمر حارس تیرے خلاف ایسے متقی لوگ گواہ ہیں۔ عمر حارس نے کہا حضور کا اگر ان پر اعتبار زیادہ ہو تو آپ کے نزدیک جو پسند ہو میری نسبت حکم دیں۔ لیکن والی نے عمر حارس کو اپنی صفائی میں بولنے کا ایک اور موقع دیا۔

عمر حارس بولے کہ نہ مجھے تعجب ہے کہ ایسے معمر اور متقی لوگ کہ نہ انہیں حشر و قیامت کے روز کا ڈر ہے نہ خدا کا، تو ایسی بدکرداری دنیا میں زندہ رہنے کی بہ نسبت موت بہتر ہے!

بعد ہ ،والی نے انکی قید کی سزا کو برقرار رکھا اور مشورہ کے بعد قتل کا فیصلہ لکھ کر سب کی دستخطیں اورمہر لگا کر دارالحکومت میں باب عالی کو ایک تار روانہ کیا جس میں سارے معاملہ کی تفصیل درج تھی۔

راہ میں مفتی وقاضی ان شہادتوں کی مشکوکیت پر گفتگو کرتے چلے جارہے تھے کہ افسوس اس بے گناہ شخص کے وجود قتل پر مہر لگادی گئی ہے جو ہم نہیں چاہتے تھے وہی ہو کر رہا، دوسروں پر بھی اسی طرح ہلاکت آئیگی۔

مفتی صاحب بولے کہ نہیں ، ایسا نہیں ہوگا، مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ علماء نصاریٰ میں سے صرف ایک کو قتل کرنے کی سازش تھی تاکہ دوسروں کو خوف وعبرت ملے۔ عمر حارس چونکہ ایک بے اثر شخص ہے اسی لئے اسے نشانہ بنادیا گیا ہے۔ رہے شیخ علی اور شیخ محمود وغیرہ تووہ عمائدین شہر اور ذی رتبہ اشخاص ہیں اس کے علاوہ ہم بڑے بڑے صاحب رسوخ کو بھی گانٹھ لیں گے۔ ان پر کسی قسم کی بلاآنے کا کچھ خوف نہیں ہے۔

اب ہم بیچارے قیدیوں کی طرف سے رجوع کرتے ہیں۔ سید عمر حارس خود پر لگائی ہوئی تہمت سے بڑا پریشان ہوا اور قتل کے فتوے کی خبر کو توسن کر رونا ہی شروع کردیا۔وہ بھی جوان تھا، دو بچے تھے جو خوبصورت وجوانمرد تھے۔ فیصلہ کی خبر سن کر جب وہ دوبارہ قیدا خانہ میں آیا تو ضبط نہ کرسکا۔ بولا کہ پیارے بھائیو جدائی کی گھڑی قریب ہے مرنا ہر حال ہے ایمان کی شہادت پر خون کی مہر بڑے نصیب والے لوگوں کو ملتی ہے جب خون میں لتھڑا مجھے دیکھوگے تو تمہارا ایمان کانپ اٹھیگا۔ میری دعا ہے کہ اس کا نتیجہ میرے گمان اور خوف کے برعکس ہو، میں اپنی مسکین بیوی اور دونوں پیارے بیٹوں کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں میں نے سنا ہے کہ وہ اس وقت بیٹوں کو لے کر اپنے باپ کے گھر میں ہے آپ لوگ اپنے اس بھائی کے یتیموں سے بے پروائی نہیں کرینگے اور میں بموجب حق والدین اس وقت سے شیخ علی اور شیخ محمود کو انکا وصی مقرر کرتا ہوں۔ یہ ہر طرح کی سرپرستی کرینگے اور خدا کی معرفت میں بھی ان کو تربیت کرتے رہیں گے۔ آپ لوگ میرے قتل سے غمگین نہ ہوں میں اس منجی کو پیروی میں جس نے میرے لئے اپنی جان دی ، مرتا ہوں۔ آدمی کو اسی حد تک اختیار ہے کہ جسم کے اس گھر کو برباد کردے لیکن اسے روح پر کچھ قدرت نہیں۔ آپ لوگ بھی اب غم کرنا موقوف کریں۔ میں آپ سے پہلے منجی کی زیارت سے مشرف ہورہا ہوں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے کیا خوشی ہوسکتی ہے۔

آخر کار شیخ علی بولے :

میرے بھائی کاشکہ وہ تیر جو تجھے لگا میرے لگ سکتا۔ افسوس کہ انسان کا مکر کتنا بڑا ہے ! جبکہ لوگوں نے خدا کے بیٹے کو جس نے ان پر احسان کیا قتل کرڈالا تو اسکے پیرووٗں کو کیوں نہ قتل کرینگے۔ میں خدا کا شکر اس بڑے ایمان کے لئے کرتا ہوں۔ جو اس نے تجھے عطا کیا ہے۔ خدا کو یہی پسند آیا کہ ایسی سخت موت کے ذریعہ ہم کو ایک دوسرے سے جدا کرے۔ میری دعا ہے کہ زندوں اور مردوں کا خدا جو رحمت ومحبت کا باپ ہے تیری اولاد کو برکت دے ہم ان کی نگہبانی اپنے بچوں کی طرح ہی کرینگے ہم سب دعا گوہیں کہ خدا ہماری تنگی کو دور کرکے ہمیں خوشی عطا کرے۔!

شیخ محمود: اے بھائی ، افسوس ہے کہ اس گھڑی پر جبکہ یہ مکار لوگ جو سانپ کی مانند ہیں ، ہمارے پاس آئے اور اپنے مکروفریب سے تجھے نشانہ بنایا۔ ہائے افسوس ! تجھ جیسے خوشرو جوان قتل کئے جائیں اور ہم جیسے بڈھے باقی رہیں ، یا الہیٰ ہم کو تیری رضا پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اپنے بندوں کی کمزوری کو دیکھ اور ہماری مدد فرما۔ اسی طرح دعاؤں میں رات بسر ہوگئی۔ رات کو تیسری گھڑی باب عالی کی طرف سے دو نو تاروں کا جواب بھی والی کے پاس آگیا جس کا مضمون یہ تھا ملاحظہ فرمائیں:

بنامِ والی سوریہ

آپ کے دونوں تار ملے۔ اگر وہ بات صحیح ہے جو تم نے لکھی ہے کتاب اللہ اور رسولِ برحق کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں ------- تو ہمارا حکم ہے کہ اگلی صبح حکام ولشکر کے سامنے اس کو تلوار سے قتل کیا جائے۔ ہم کسی کو محض اس کے دین اور عقیدہ کی تبدیلی کے سبب سزا کا حکم نہیں دیتے۔ لیکن دین پر اعتراض اور نکتہ چینی سے شہر اور ولایت میں شورش وفساد کو برداشت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کا وہاں رہنا امن عامہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ لہذا انہیں جلاوطن کرکے دورُ انداز کے علاقہ بھیج دیا جائے اور ان کی غیر حاضری میں مال واسباب اور ان کے عیال اوطفال کی حفاظت کی جائے۔ ان باتوں کو دانائی سے انجام دیا جائے اور اپنے حالات سے ہمیں مطلع کرتے رہو!

تار ملتے ہی والی نے مشیروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شقی عمر حارس کو تو حسب حکم باب عالی قتل کرنے کا فیصلہ ہوچکا ہے اس کام کے لئے مناسب وقت کیا ہوگا؟ آخری طے پایا کہ اس کے قتل کا وقت آٹھویں گھڑی ہوتا کہ اسے موقع ملے کہ اپنے رشتہ داروں سے بھی مل لے اور شاید اپنے خیال سے بھی پلٹ جائے یہ بھی طے پایا کہ باقیوں کی جلاء وطنی ماہِ رواں کو چودہ کو عمل میں لائے جائے۔

جب صبح ہوئی تو عمر حارس کو حکم کے اجراء کا وقت بتایا گیا جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو عمر کے عزیز واقارب اور اس کی بیوی معہ بچوں کے روتی پیٹتی محلسرا پہنچی، جب خاوند کے پاس پہنچی تو غش کھا کر گرپڑی۔ ہوش میں آنے کے بعد بڑی حیرت سے خاوند کی صورت کی طرف نظر کی اور اپنے گالوں پر بڑے زور سے تو تھپڑ مارے اور بولی:

" تیری محبت سے میں واقف ہوں تو مجھے اور ان بچوں کو جو تیرے جگر کے ٹکڑے ہیں چھوڑے جاتا ہے تاکہ ہم حسرت ورنج کی آگ میں جلتے رہیں ایسا نہ کرو اور انہیں یتیمی کی ذلت سے بچالو، میں اپنی اور ان کی محبت کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس خیال سے باز آؤ اور اسے اپنے دل میں چھپائے رکھو سب زار زار رونے لگے اور سننے والوں کے دل ٹکڑے ہوگئے۔"

عمر حارس نے بڑی محبت سے اپنی بیوی کو لیا اور کہا میری عزیز شریکِ حیات اپنے دل کو ذرا تھام اور مجھے فرصت دے کہ تھوڑی دیر تجھ سے گفتگو کروں میرے پاس آرام سے بیٹھ۔ پھر اپنے دونوں بچوں کے آنسو پوچھے انہیں چوما، اس کا دل بے بس ہوگیا اس کے ہونٹ خشک ہوگئے اپنے آپ کو بغایت سنبھال کریوں گویا ہوا۔

عزیزہ! تجھے تو معلوم ہے کہ کوئی ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہتا سب کو جدائی کا درد اٹھانا ہے تیری اور بچوں کی محبت بیان سے باہر ہے۔ پھر اس نے منہ پھیر لیا اور آنسو پونچھتے ہوئے کہا تمہارا فرق مجھے بڑا شاق ہے تم یہ مت گمان کرو کہ میرا دل بدل جائیگا یا ہلاکت کا حکم مجھے میرے اعتقاد سے پھیر دے گا میرا رب خلاصی دینے والا ہے میں نے اس کی نجات کی ذلت چکھ لی ہے میں اس کی انجیل کا انکار نہیں کروں گا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس کے جلال کی شراکت کا حق کھودوں کیا میں اس فانی زندگی کے لئے خدا کا گناہ کروں، اس دنیا کی الفت اب باقی نہیں ہے۔ میں موت سے ہرگز خائف نہیں۔ مجھے اب اپنے رب کے حضور جانے کی اجازت دے اور ہوسکے تو، تو بھی زندگی کی اسی راہ کی پیروی کرتا کہ ہم دوسرے جہان میں پھر مل سکیں۔ دیکھ جو عزیز یہاں موجود ہیں انہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسیح ابنِ مریم خدا کا اکلوتا بیٹا ہے جو ہم گنہگاروں کے لئے مر گیا ہے تاکہ ہماری قرض ادا کرے اور ہماری خطاؤں کو مٹا کر خدا باپ سے ہماری صلح کرا کر ہمیں جدائی اور دوری سے بچالے۔ یہی کل انجیل کی غایت ہے جو بیٹے پر ایمان لاتے ہیں حیاتِ ابدی انہیں کی ہے۔

اب میں بچوں کو خداوند کے حوالے کرتا ہوں وہ مجھ سے بڑھ کر ان کا باپ ہوگا۔ شیخ علی اور شیخ محمود کو میں ان کا ولی وسرپرست مقرر کرتا ہوں۔ خدا جو ہم کو گھڑی بھر کے لئے جدا کررہا ہے وہ وقتی ہے کہ تاکہ ہم کو اسی مقام پر جمع کرے جہاں کبھی جدائی نہ ہوگی! اس نے بچوں کو گلے لگایا اور چوما پھر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر فرطِ غم سے زبان نے یاری نہ کی آخر بہت کچھ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی خدا جو رحمت کا

سرچشمہ اور احسان وجودو کرم کا چشمہ ہے وہ اب تک ہمارا نگہبان رہا ہے وہ تم کو اے میرے پیارے بیٹو برکت دے اور تمہارے باپ کی طرح تم کو بھی اپنے سیدھے راستہ پر چلائے۔ گو کہ آج کے دن وہ ہمیں جدا کررہا ہے مگر جلد ہی انشاء اللہ اپنے آسمانی گھر میں ہم ملیں گے!

عمر حارس کی بہن جس کو ابھی تک گفتگو کی مہلت نہیں مل سکی تھی وہ گلے سے لپٹ کر سخت غم واندوہ کیساتھ رونے لگی یہاں تک کہ اسے غش آگیا لیکن افاقہ پاتے ہی بھائی کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر کہنے لگی:

اے ماں جائے تیرا کوئی نہیں ہے جو شریروں کے ہاتھوں سے تجھے چھڑا سکے، میں تیرے دکھوں کو اور بڑھانا نہیں چاہتی ہائے ہائے! اے میرے بھائی کاش کہ میں تجھ سے پہلے مرجاتی! میں تجھے کس طرح خون میں لوٹتا دیکھوں سکوں گی۔ وہ بار بار اس کے ہاتھوں کو اور پیروں کو چومتی اور روتی جاتی تھی!

عمر حارس نے اس کو بھی تسلی دی۔ اسی اثناء میں قاضی ومفتی صاحبان بھی آموجود ہوئے اور گفتگو کے ذریعہ بڑی کوشش کرتے رہے کہ وقتی طور پر ہی پھر جائے تو معافی کا فرمان دلادیا جائے گا پھر قید وموت کے حکم سے چھوٹ جانے کے بعد یورپ یالبنان جا کر وہاں خود کو نصرانی ظاہر کرے۔

عمر نے صاف انکار کردیا اور برابر قبول کرتارہا کہ وہ خداوند اورانجیل کا انکار بھی نہ کریگا پھر قاضی کاہاتھ پکڑ کر چوما اور مفتی کا بھی شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر بعد قاضی ومفتی اس بے مثل جوان کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے چلے گئے، ان کے جانیکے بعد عمر اپنے لوگوں کے پاس آیا وہ سب آپس میں گلے مل کر روتے رہے۔

آخر کار افسر فوج اندر داخل ہوا اور حکمنامے کو اس کے گلے میں لٹکا کر اس کو معہ اس کے رفیقوں کے باہر لایا جہاں فوج کا دستہ اس کے لئے موجود تھا پھر وہ سب قتل گاہ پر پہنچے مفتی نے بڑھ کر گلے میں لٹکی ہوئی اس کی بہن اور بیوی سے الگ کیا اور انہیں لے جا کر ایک مناسب مقام پر کھڑا کردیا۔ عمر حارس نے کلام کرنے کی اجازت مانگی جو اسے فوراً دی گئی تو اس نے یوں کہنا شروع کیا:

" میں اس وقت خوشی سے اپنی جان دے رہا ہوں، کسی جرم کی پاداش میں نہیں، نہ حکومت کے خلاف نہ کسی انسان کے خلاف بلکہ خدا کی سچائی کے لئے۔ خدا میرا گواہ ہے کہ جو کچھ میرے خلاف کہا گیا اور جسکی بنا پر مجھ پر قتل کا فتویٰ صادر ہوا۔ وہ محض جھوٹ ہے۔ خدا انہیں جنہوں نے میرے برخلاف گواہی دی معاف کرے اور میرے خون کی بابت میرے اہل ملک سے جواب طلبی نہ کرے میں سب کو معاف کرتا ہوں اور اپنے ہم وطنوں کو مختصر کلمات سے الوادع کہنا چاہتا ہوں۔

یادر کھئیے کہ ہم سب بنی آدم اپنی خطاؤں کے سبب عدل الہیٰ کی تلوار کے نیچے اس طرح کھڑے ہیں جس طرح میں تیغ سلطنت کے نیچے کھڑا ہوں اس لئے خدائے رحمان نے چاہا کہ ہم کو اپنے عدل کی باز پرس سے محض اپنے فضل کے وسیلہ خلاصی دے یہ پورا منصوبہ الہیٰ تورات وانجیل میں ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیح کلمتہ اللہ ہے جو عجب طور سے تولد ہوا اور صاحب معجزات قدسی تھا، اس کو خدا نے اپنے اور انسان کے درمیان صلح وامن ٹھہرایا وہ خدا کی قربانی کے طور پر اپنی موت سے تمام دنیا کا منجی ٹھہرا۔ اس پر ایمان حیات ابدی کا سبب ہے۔ پھر عمر حارس نے گھٹنے ٹیک کر دعا مانگی اور سب کے لئے برکت چاہتے ہوئے اپنی بات کو ختم کردیا یہ کہکر کہ خداوند یسوع مسیح میں اپنی روح کو تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں!

جب وہ خاموش ہو گیا تو سارے سامعین حیران ہو کر دیکھتے رہے اسکا چہرہ روشن تھا، اطمینان وسلامتی کے شعاعیں چمک رہی تھیں۔ اس کے بعد ہی بگل بجا اور اشارہ قتل دیا گیا، اور اس وقت جلادنے اس کی گردن کو دھڑ سے الگ کردیا۔

یہ دیکھ کر اس کے متعلقین اور دوست گریہ وزاری اور واویلا کرتے ہوئے دوڑے، اس کی بہن نے اس کے سر کو گود میں اٹھا کر اس کے جسم سے جو جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا

تھا لگادیا ۔ تب اس کی بیوہ بیوی اور رشتہ دار سخت ماتم کرتے ہوئے پاس آئے اور اس کو تابوت میں جو سرخ مخمل سے منڈھا ہوا تھا ڈال کر حاکم کی اجازت سے مسیحیوں کے قبرستان میں لے گئے اور بڑی عزت واحترام سے دفن کردیا۔!

فصل نہم

عمر حارس کی تقریر وموت سے سننے والوں پر بیحد اثرہوا وہ کہتے تھے کہ تلوار اس کے سر پر لٹک رہی تھی تو بھی اس کے چہرہ پر ذرا بھی اضطراب نہ تھا اس کی دعا بھی کیسی عجیب تھی؟ پھر انہوں نے جھوٹے گواہوں کو براُ بھلا کہنا شروع کردیا۔ سب سے زیادہ اثر تو ایک شخص احمد آفندی قوتلی پر ہوا اس کے دل میں دینِ مسیح کو جاننے کی خواہش ہوئی۔ اس نے کتاب مقدس اور دیگر کتابیں خریدیں جن کو اپنی کاروبار کی فرصت میں پڑھا کرتا، جب اس نے دین مسیحی کی صحت کے قاطع دلائل دیکھے تو حیران رہ گیا اس نے مطالعہ جاری رکھا اور جب سچائی کی روشنی چمکی تو بائبل اور مسیح پر ایمان لے آیا، اس نے دیکھا کہ بائبل کی صحت پر قرآن بھی گواہ ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ مسلمان خدا کو کیا جواب دینگے، وہ واجبی احترام سے اس کا مطالعہ تو کرتے نہیں اس لئے یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ وہ تحریف ہو گئی اور بے اعتبار ہے۔ اس نے یہ بھی پایا کہ جیسا کتاب مقدس (بائبل) قرآن کے زمانہ میں صحیح وسالم موجود تھی تو اسکے بعد اس کا تحریف ہونا کس طرح ممکن ہوا؟

وہ تینوں مسلم جو مرتد ہوگئے تھے عمر حارس کی شہادت دیکھ کر اور انہیں شدید سرزنش پا کر بڑے گھبرائے مصطفیٰ حقانی کی حالت تو بڑی ناگفتہ بہ تھی وہ کہتے تھے کہ ہم نے اپنے منہ سے خدا اور اس کے مسیح کا انکار کردیا ہے، ہائے افسوس ہم نے دنیا کی لذتوں کو آخرت پر ترجیح دی انسانوں کے ورغلانے میں آگئے۔ حسن آفندی بقاواتی بھی مسیح کا انکار کرنے سے پچھتارہا تھا اور اپنے منافقانہ رویہ پر شرمندہ تھا، ہم نے ڈر کر مسیحیت کو چھوڑدیا، کب وہ زمانہ آئیگا کہ ہم آزادی سے کسی دین کواختیار کرنیکے قابل بن سکے گے، سید حسن ابوالنصر نے بھی اس کی تائید کی مصطفیٰ نے جواب دیا کہ راحت کے دور میں خداوند نجات دہندہ کی پیروی اور

مصیبت کی گھڑی میں اس کی انجیل کو ترک کر نیکی حرکت ہم نے کی ہے۔ بھائیو اپنے گناہ سے ہم توبہ کریں خوف اور نامردی کو دل سے نکال پھینکیں۔ پطرس نے تین بار اس کا انکار کردیا تھا لیکن مسیح نے اسے معاف کردیا تھا۔ ہمیں بھی وہ معافی عطا کرے گا۔ آؤ حاکم کے روبرو چل کر جس طرح اس کا انکار کیا تھا اقرار کریں خواہ ہمیں اس کے لئے عمر حارس شہید کی طرح جان ہی کیوں نہ دینی پڑے!

دوسرے دن سید مصطفیٰ نے دربار میں جا کر بڑی ہمت سے پھر مسیح اور انجیل کا اقرار کیا۔ والی بڑا ناراض ہوا۔ اور سخت سست کہنا شروع کیا والی کی زجرو توبیخ کا اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ آخر کار بعد مشورہ، حاکم نے اسے پھر مقید قیدیوں میں شامل کردیا۔ کیونکہ انہوں نے یہ بخوبی دیکھ لیا کہ قتل سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ قیدیوں کو جب سے عمر حارس کی شہادت کی خبر ملی تھی سخت بے قرار تھے لیکن جب سید مصطفیٰ کے ایمانی اقرار کی بات سنی تو غم میں خوش بھی شامل ہو گئی۔ مصطفیٰ کے حال اور دلیری سے انہیں بھی ہمت ملی۔

والی نے اس الٹے اثر پر غور کرنا شروع کیا اور قاضی سے مشورہ لینے لگا تو وہ بولے کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ قتل سے ہمارا مطلب بر نہیں آنے کا یہ آدمی پھر دلیر ہو کر نصرانی ہو گیا اہل دربار میں سے بعض نے اس معاملہ کو وساوس شیطانی پر محمول کیا لیکن بعض لوگوں نے کہا وہ عام آدمی تو نہیں ہیں بلکہ ہمارے شہر کے بزرگ اور عالم لوگ ہیں۔ پھر سے نصرانی ہوجانے کی بات سے تو مسلمانوں نے دین نصرانی کو نیک خیال کرنا شروع کردیا ہے۔ بجائے جھوٹے گواہوں پر اعتماد کر کے قتل کا حکم دینے سے زیادہ تو واجب تھا کہ انہیں دلیل و برہان سے قائل کیا جاتا کیونکہ یہ آزادی اور انسانیت کا زمانہ ہے لیکن جب متعصب اور فتنہ پرور لوگوں نے دیکھا کہ حالات بالکل برعکس ہوتے جارہے ہیں تو غیظ کی آگ میں بھن گئے اور بدنام کرنا اور گلیوں اور بازاروں میں لوگوں کو بھڑکانا شروع کردیا کہ یہ لوگ قرآن اور نبی اور بزرگ صحابہ کے حق میں

ایسے ایسے کلمات کفر بکتے ہیں جن کو کان برداشت نہیں کرسکتے۔ حاجی قدوران کا سرغنہ تھا، حکام نے بھی اور بہت سے لوگوں نے اسے سمجھایا بجھایا مگر اپنی ہٹ پر وہ قائم ہی رہا۔

ایک روز اپنی عادت کے مطابق وہ اس طرح چلا چلا کر بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو ایک دوکاندار حاجی سالم نے اسکی دیوانہ وار حرکت پر ٹوکا اور اسے سمجھایا کہ ان کے متعلقین میں سے اگر کسی نے سن لیا تو خواہ مخواہ کا جھگڑا کھڑا ہوجائے گا۔ سرکار کو ان معاملات سے نپٹنے دو تم اپنے اہل وعیال اور کاروبار کی فکر کرو۔ حاجی قدور ناراض ہو کر چلا گیا۔ حاجی زہرا نامی ایک اور شخص جو ان کی باتیں سن رہا تھا بولا اے ہمسایہ کسی احمق کو نصیحت کرنے سے کیا حاصل، یہ شخص تو سر سے ہی طیش واقع ہوا ہے۔ مکہ میں دو دفعہ انہیں حرکتوں سے قید ہوا۔ اسے نہ کام کاج ہے نہ دھندا سارا دن آوارہ پھرا کرتا ہے۔

عمر حارس کے متعلقین سخت رنج وخوف میں زندگی گزار رہے تھے اور ان افترا پردازیوں سے ان پر اور صدمہ پر صدمہ پہنچ رہا تھا۔

ایک قہوہ خانہ میں جب حاجی قدور ان لوگوں کے حق میں بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو اتفاقاً شیخ حسن علی، عمر حارس کے بھائی کا گذر ہوا، اس نے سنا کہ اس کے بھائی کا نام لے کر کوئی گالیاں دے رہا ہے۔ حسن قوی الجثہ اور کریم النفس شخص تھا لیکن جب اس نے اپنے مرحوم بھائی اور اس کے ساتھیوں کے حق میں ویسے ناسزاوار جملے سنے تو اس کی رگِ حمیت جوش میں آئی، اس نے حاجی قدور کو للکارا کہ تو اپنی فتنہ پردازی سے باز نہیں آرہا ہے تو کیا سمجھتا ہے کہ عمر حارس کی طرح دوسرے لوگ بھی ہیں۔ بھلا شیخ علی اور اس کے ساتھی نصرانی یا کافر ہوگئے ہیں تو تجھے اس سے کیا مطلب کتے؟

اس پر قدور بگڑ گیا اور دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی، حسن نے اسے بُری طرح رگڑنا شروع کردیا تو حاجی قدور نے امت محمدیہ کی دہائی شروع کردی، شور وغوغا گونج اٹھا اور دونوں فریقوں کے طرفدار آپس میں گتھ گئے، قدور کے گروہ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر ایک مسجد

میں جا گھسا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پھر بلوائی جمع ہوگئے اور ہنگامہ پھوٹ پڑا لیکن قبل اس کے کہ شدید فتنہ برپا ہوجائے۔ ایک دستہ گھوڑ سواروں کا آگیا اور طرفین کے قریب بیس آدمی گرفتار ہوکر قید میں ڈال دیئے گئے شہادتیں پیش ہوئیں قدور پر زیادہ جرم ثابت ہوا تاہم حسن بھی بری نہ ہوا۔ دونوں کو ایک ایک سال قید اور پچاس پچاس روپے جرمانہ ہوگیا پھر عمائدین شہر کی سفارش سے دسویں دن قید خانہ سے رہا کردیئے گئے مگر جرمانہ دونوں کو ادا کرنا پڑا۔ حسن نے تو دیدیا مگر قدور چونکہ پہلے سے مقروض تھا لہذا اسے قرض پر قرض لینا پڑا جس سے وہ بہت زیر بار ہوگیا۔ دونوں کو امن سے رہنے کی تلقین کی گئی، قدور سخت رنجیدہ تھا سب طرف یہی کہتا پھرا کہ مسلمانوں کے دل تقویٰ سے خالی ہوچکے ہیں۔ میں نے دین کی خاطر مار بھی کھائی اور جرمانہ بھی ادا کرنا پڑا، اس ماجرے نے اسے کمزور کردیا اور سخت بیماری میں مبتلا ہو کر دوماہ بعد مر گیا۔

فتنہ کے اور بھڑکنے کے اندیشہ نے والی کو متفکر کردیا تو اس نے سارے علماء اور روساء کو طلب کیا اور ان کے سارے معاملات سے باخبر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو کلُ حال معلوم ہے۔ باب عالی کے حکمنامہ کے مطابق تو عمر قتل کردیا گیا اور باقیوں کو عنقریب جلاء وطن کردیا جائے گا۔

پھر ایک درخواست باب عالی کی خدمت میں اس مضمون کی روانہ کی گئی اور اس میں عوام کی خوشنودی کا اظہار ان کی جلاوطنی کے بابت کیا گیا اور اسے واجب قرار دیا گیا، اور سب نے مہریں ثبت کیں اور اسے روانہ کردیا گیا۔

جب بندی علماء کو قدور و حسن کی وجہ سے فتنہ وفساد کی خبر ملی تو بڑے متفکر ہوئے اور انہیں نصیحت امن وصلح اور خدا پر شاکر رہنے کی تلقین کی۔ قاضی و مفتی میں ہر روز ان سے ملنے آتے اور تسلی ودلاسہ دیتے رہے، جب سے ان کی جلاوطنی کا حکم نکلا تھا قاضی و مفتی شیخ اسماعیل، صالح رئیس شہر، حسن آفندی عطار رئیس شہر اور عبدالرحیم آفندی حاکمِ عدالت اور شیخ عبدالحمید امام جامع مسجد اکٹھے ہوئے اور مشورے کرتے رہے کہ کس طرح ان قیدیوں کو ان کی قید سے رہا کرائیں۔

ایک بار پھر انہوں نے ان کے پاس آکر منت سماجت کی کہ وہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئیں! شیخ علی نے ان کی مہربانی وپیار کے لئے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ عزیزو ہم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ دل میں یقین داخل کرنے کا ذریعہ دلیل و برہان ہے۔ جس دن سے مسیحی یوحنا عیبور کا خط ملا تو ہم نے اس میں ایسے دلائل دیکھے جن سے کسی ذی عقل کو چشم پوشی روا نہیں، تو ہم نے خالص نیت سے ان پر غور کا جن قضایا کو ہم نے خاص طور پر لیا وہ یہ ہیں:

اول۔ کیا تورات وانجیل جو اس وقت یہود ونصاریٰ کے پاس موجود ہیں وہی ہیں جو حواری مسیح اور حضرت محمد کے وقت موجود تھیں؟

دوم۔ کیا تورات عبرانی جو یہودیوں کے پاس ہے وہی ہے مختلف زبانوں میں نصاریٰ کے پاس موجود ہے؟

سوم۔ کیا تورات وانجیل میں مطابقت ہے اور کیا جو انجیل کا منشاء غایت ہے تو ہی تورات کا بھی؟

چہارم۔ کیا بائبل کے کئی نسخوں اور اسکے کئی ترجموں میں جو نصاریٰ کے مختلف فرقوں کے پاس ہیں، حقیقی مطابقت پائی جاتی ہے؟

پنجم۔ کیا قرآن میں کوئی ایسی بات ہے جس سے کسی طور پر انجیل کی منشاء خاص کر الوہیت مسیح اور اس کے جسم میں مرنے کی بابت سند لے سکیں؟ ان قضایا پر ہم نے بحث وغور کیا ہے اور یہ پایا کہ راقم خط کا خیال برہان قاطع سے ثابت ہے۔ صحت انجیل ہمارے دل میں کامل طور پر گھر کرچکی ہے اس صورت میں ضمیر کی مخالفت ممکن نہیں۔ خواہ ہم پر کچھ ہی کیوں نہ واقع ہو، ہم ان سے پھرنے والے نہیں۔ جبکہ یہ باتیں جو ہمارے دلوں میں گھر کرچکی ہیں اور مسیح کی الوہیت اور فدیہ دلوں میں نقش ہوچکا ہے تو دلیل و برہان سے ہی اس کا بطلان

اگر ثابت کردیا جائے تو وہ نکل سکتا ہے ، یہ بھی صحیح ہے کہ وطنی رشتہ دار اور دوستوں کی مفارقت آسان بات نہیں ہے لیکن اس سے بڑھ کر مشکل ہے صدائے ضمیر کو دبا دینا۔ آپ لوگ رجوع لانے کی ترغیب چھوڑدیں اور ہمیں معذور سمجھیں۔

مفتی صاحب نے جواب میں کہا ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنی کوششوں میں ناکام رہے، ہمارا بحث ومناظرہ کاارادہ ہر گز نہیں ہے لہذا ہم دعا کرتے ہوئے بھاری دل سے رخصت ہورہے ہیں۔

ان کے جانے کے بعد قیدی مسیحیوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ آخر یہ لوگ بحث سے کیوں کتراتے رہتے ہیں؟ کیا ان کے پاس دلیل کے ہتھیار نہیں؟ کیا جیسا کہ مفتی کی باتوں سے ظاہر ہوتاہے وہ ایسی باتوں کے بھڑکانے ، میں ہی بہتری دیکھ رہے ہیں؟ اس طرح کی باتوں میں اور حقائق دین الہیٰ کی معرفت کی باتوں میں وہ اپنے دن گذارتے رہے۔

فصل دہم

دوسرے روز جب قاضی صاحب اور دوسرے مسلم علماء سے ملاقات ہوئی تو یہ طے پایا کہ جو علماء مسیحی بن گئے ہیں ان کی یہ بالکل جائز مانگ ہے کہ ان کی غلطیوں کو دلائل سے ثابت کیا جائے ان کے جو اعتقاد ہمارے دین کے مخالف ہیں ان کو دلیل سے ثابت کیا جائے۔ یہ رائے سب نے پسند کی اور یہ طے پایا کہ ماہ صفر کی آٹھ تاریخ کی شب کو ان سے ملا جائے۔

جب خبر عیسائی بن جانے والے علماء کو ہوئی تو وہ خوش بھی ہوئے اور متفکر بھی، انہیں خوف تھا کہ کہیں یہ ویسی ہی کوئی چال نہ ہو جو عمر حارس پر چلی گئی تھی۔ غرض کی مقررہ دن آگیا اور سب لوگ جمع ہوگئے تو قاضی نے کہا کہ ہم خلوص نیت کے ساتھ آپ لوگوں سے آپ کی درخواست پر غور کرکے آپ سے بحث کرنے آئے ہیں۔ مناظر کو پوری آزادی ہو گی۔ کہ شائستگی سے اعتراض وجواب کرے اور اثنائے مناظرہ جو سختی نظر آئے جس کا ہونا بشری کمزوری کے باعث ضروری ہے اس سے چشم پوشی کی جائے۔ سب نے اس تجویز کو منظور کرکے مسلمانوں کی طرف سے قاضی صاحب اور عیسائیوں کی طرف سے شیخ علی مقرر کے گئے اور گفتگو کو آغاز ہوا ، قاضی نے کہا کہ :

" ہم نے آپ کی زبانی کئی بار آپ کے نصرانی ہونے کی وجہ معلوم کرلی ہے۔ آج میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی اور طریقہ سے خدا انسانی نجات کا کام نہیں کرسکتا تھا کہ اس نے اپنا بیٹا بھیجا جس نے ہمارا جسم اختیار کیا ہماری طرح زندگی بسر کی اور گنہگاروں کے ہاتھوں قتل ہوا ؟"

اس کے جواب میں شیخ علی نے کہا کہ :

" خدا میں ہر طرح کی قدرت ہے مگر وہ کبھی ایسا کام نہیں کرتا جو اسکی صفتوں کے خلاف ثابت ہوں، کیونکہ اس کے کمال کے خلاف ہیں جیسے خدا قادر بھی ہے اور عادل بھی۔ اس کی قدرت اس کے عدل کو نہیں توڑسکتی اور جب وہ رحم کرتاہے تو حق وعدل کو نہیں چھوڑتا۔

شیخ علی کے اس بات پر قاضی صاحب کا سوال تھا کہ :

" کیا خدا اپنے کاموں کے لئے کسی اور کو جواب دہ ہے۔ کیا کوئی اس سے کہہ سکتا ہے یہ عدل ہے اور یہ خلاف عدل اور یہ تیری صفات کے منافی ہے؟

شیخ علی : خدا کے کاموں کا کوئی حساب نہیں لیتا یہ تو سچ ہے لیکن اسکے افعال کبھی اس کی صفات کے کمال کو نہیں توڑتے مثلاً رحمت اور قدرت اس کے کمال میں سے ہے اس طرح عدل بھی ہے اس لئے جب وہ اپنی رحمت کو عمل میں لانا چاہتاہے تو عدل کا بھی خیال رکھتاہے ۔لہذا گنہگار کا خدا کے نزدیک خلاصی پانا صرف اسی طریقہ سے ہوسکتا ہے جو حق وعدل کے موافق ہو۔

قاضی خدا حاکم مطلق ہے اس لئے صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ وہ اپنے تمام کام اپنے کمال کے مطابق کرتاہے !

شیخ علی : نہیں صاحب، انسان کو اس کی بڑی حاجت ہے کہ وہ اپنے نجات کے طریقہ کومعلوم کرے۔ کیونکہ خدا بخشش کرنے اورپیار کرنے والا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوگا تو وہ اس کی شکر گزاری کرے گا۔ کیونکہ انسان خدا کے سامنے اسی طریقہ کے مطابق جو اس کی نجات کے لئے مقرر ہے حاضر ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو خدا کی اپنی بزرگ کتاب بھیجنے اس کو ہدایت ونور ٹھرانے سے اس کی غرض کیا تھی سوائے اس کے کہ اپنی طریق رحمت ومغفرت کو ہم پر ظاہر کرے۔آپ کا یہ ماننا کہ ہم کوطریقہ نجات کے جاننے کی حاجت نہیں بالکل ویساہی جیسا آپ یہ کہیں کہ الہامی کتابوں کےملنے کی حاجت نہیں۔!

قاضی : اپنے عدل کے اعتبار سے گنہگار کو خدا اسی دنیا میں آزمائش اور تکلیفوں کے ذریعہ سزا دیتا ہے اگر اس سے اس کا تقاضائے عدل پورا نہیں ہوتا توروزِ قیامت اسے سزائے جہنم دے گا پھر اس کو رہائی دے کر بہشت میں داخل کریگا۔

شیخ علی : جناب نے جو کچھ فرمایا وہ نہ خدا کے عدل کے مطابق ہے نہ انسان کی حالت کے موافق ! وہ انسان کس سزا کا مستوجب ہے جو ہمیشہ ہی خدا کی لامحدود وقدوس وپر عظمت شریعت کو توڑتا رہتاہے ؟

قاضی : ایسا شخص جہنم کی آگ کا سزا وار ہے جب تک وہ حق عدل پورا کرکے رحمت ومعافی حاصل نہ کرلے۔

شیخ علی : کیا وہ شخص جو ذات الہیٰ غیر متناہی کا گناہ کرے لا انتہا سزا کے لائق نہیں ٹھہرتا؟

قاضی : کیاآپ یہ کہنا چاہتےہیں کہ کوئی بھی گنہگار چاہے وہ مومن ہو یا کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ؟

شیخ علی :ہاں یہی۔ یعنی وہ مجرم ہونے کی حیثیت سے اس کا سزوار ہے نہ کہ مومن یا کافر ہونیکی حیثیت سے ۔آپ بتلائیے کہ وہ شخص جو غیر متناہی خدا کے حق میں جرم کرے کیا غیر متناہی سزا کا مستوجب نہیں ہے !

قاضی : میرے خیال سے جو خدائے لامتناہی کا جرم کرے وہ لا انتہا سزا کا مستحق نہیں ہے ہاں، ایک طویل سزا کا ضرور ہے جو اس کے جرم و گناہ کے مقدار کے مطابق ہوا گر یسا نہیں ہے تو خدا کی رحمت کیا ہوئی ؟

شیخ علی : جناب ، رحمت کا مطلب ہے کہ بخشش گناہ کے بعد سزا کی معافی ملے۔ مثلاً اگر حاکم ایک مجرم کو معاف کردے تو ہم کہتےہیں کہ اس نے رحم کیا۔ لیکن اگر وہ سزا کا حکم دے اور مجرم سزا بھگت کر رہائی پائے توہم یہ نہیں کہتے کہ اس نے رحم کی وجہ سے چھٹکارا پایا۔ اس طرح جس نے خدا کے عدل کو پورا کرکے سزا بھگت لی توہم اسے خدا کی رحمت نہیں کہتے اسی

لئے ہم یہ مانتے ہیں کہ قصاص اور بدلہ سے نہیں بلکہ عفو اور رحمت الہیٰ سے ہی فیضیاب ہو کر ہم معافی پاتے ہیں۔ اب آپ یہ بتلائیے کہ آپ کی شرع اور قانون میں کیا ایک ہی سزا ہوتی ہے، ان اشخاص کی جو مختلف مرتبے اور عزت والے اشخاص ہوتے ہیں کی والی کہ خلاف جرم یا نبیِ اسلام کے خلاف براُٹھنا ایک ہی ہے؟

قاضی: ہر گز نہیں، سلطان کے خلاف جرم کی سزا یا زیادہ اور والی کے خلاف جُرم کی اس سے کم ہو گی۔ اس طرح ذات الہیٰ کے خلاف جرم کی سزا تو بیحد ہی ہو گی۔

پس جبکہ یہ حال ہے تو وہ کونسا طریقہ ہے کہ جس سے چشمۂ رحمت بھی جاری ہے اور عدل الہیٰ بھی قائم رہے۔

قاضی: میں کوئی اور طریقہ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ یغفر ربک الذی لمن یشاء ویعذب من یشاء (تیرا رب جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔)

شیخ علی: خطا کار جہنم میں سزا اٹھا کر عدل کو پورا کرتا ہے تو پھر اس پر خدا رحم کرتا ہے، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

قاضی: پھر آپ ہی بتائیے کہ وہ کونسا طریقہ ہے؟

شیخ علی: تورات میں اس کی پیش خبری ہے اور انجیل وضاحت کرتی ہے (میں اختصار سے عرض کررہاہوں) کہ مسیح اپنے فدیہ سے ان ایمانداروں کو جو اس فدیہ پر ایمان لاتے ہیں راستباز گرادنتے ہیں" اس کا بیان یسعیاہ کے صحیفہ کے ابواب میں ملتاہے نویں باب میں ایک بیٹے کے تولد ہونے کا ذکر ہے جس کی صفات میں عجیب مشیر خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ کا بیان ہے۔ ۵۳ باب میں لکھا ہے کہ وہ اپنی قوم کے گناہوں کے لئے مارا گیا، خدا نے ہم سب کی بدکاری اس پر لادی، اس نے اپنی جان گناہ کے فدیہ کے لئے دے دی، اس کی آمد، ولادت کا وقت وجگہ حسب ونسب اس کے کام، قوم کی مخالفت، اس کی آمد کی غایت وغیر کے اشارے ملتے ہیں تورات کے رموز جو مسیح کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ ہیں

ذبیحوں کی رسم خطاؤں کے کفارے، فسح کا برہ جو اشارہ کرتا ہے خدا سارے جہان کی خطاؤں کو ایک شخص کے ذریعہ مٹائے گا۔

اگر اس کو نہ مانا جائے تو حیوانوں کے خون سے انسانوں کے گناہوں کا مٹانا کوئی معنی نہیں رکھتا یعنی غیر عاقل کو عاقل کے لئے ذبح کرنا۔ ساری دنیا کی قوموں میں اسکا رواج ہم دیکھتے ہیں۔

قاضی: اچھا اب یہ بتائیے کہ خدا واحد واکیلا ہے تو آپ کس طرح کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹا خدا ہے۔ کیا خدا اولاد پیدا کرسکتا ہے؟

شیخ علی: خدا کی ذات کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اس لئے ہر ایک بات جو عقل انسانی نے خدا کی ذات کی بابت دریافت کی ہے ناقص ہے اور خدا کی معرفت کی تکمیل کے لئے اعلان الہیٰ کی ضرورت ہے۔ چونکہ خدا ہمارے تصورات سے بعید ہے وہ جوہر واحد صاحب اقانیم ثلاثہ ہے۔ لہذا تین ایک میں اور ایک تین میں ہے۔ اس کا جاننا ہمارے ادراک سے باہر ہے محض اس کی جھلکیاں ہی ہم دیکھ سکتے ہیں مثلاً سورج جرم، شعاع اور حرارت تینوں سورج نہیں ہیں بلکہ وہ ایک ہے۔ جسم، جان اور روح تینوں انسان نہیں ہے بلکہ انسان ایک ہی ہے۔ اسی طرح باپ، بیٹا اور روح القدس تین خدا نہیں ایک ہی خدا ہے، تینوں الہیٰ اقانیم ہیں اللہ ایک ہی ہے۔

چنانچہ لفظوں میں تو صاف صاف تثلیث نہیں ہے لیکن معانی میں ہے۔ مسیح نے شاگردوں کو حکم دیا کہ جاؤ قوموں کو شاگرد بناؤ اور باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام میں بپتسمہ دو۔

مفتی صاحب: سورہ اخلاص میں آیا ہے کہ تو کہہ کہ اللہ ایک ہے بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا نہ اسکے جوڑ کا کوئی ہے! بتائیے! مسیحی کہتے ہیں اب والد ہے، ابن مولود ہے

یعنی تولد مانا ہے جس سے مسیح حادث ٹھہرتا ہے نہ کہ الہٰ ازلی ۔ یہ عجیب خبط ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کی تعلیم تو یہ ہو نہیں سکتی۔

شیخ علی : یہ تعلیم بائبل میں سے پہلے ہی صحیفے میں لکھا ملتا ہے "آؤ ہم انسان کو اپنی صورت پر بنائیں " یہ جمع کا صیغہ تعظیماً نہیں ہے" دیکھو انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم سے ایک کی مانند ہو گیا۔"

اس آیت میں صاف صاف " ہم میں سے ایک" اس خیال کو باطل کر رہا ہے۔

یہ بات دلیل ہے کہ خدا کی ذات میں اقانیم ہیں، کتاب مقدس اس طرح کی تعلیم سے بھر پور ہے۔ اگر تورات نصاریٰ کی کتاب ہوتی تو آپ اعتراض کرسکتے تھے لیکن اتفاق سے تورات ایسی امت کی کتاب ہے جو نہ صرف الوہیت مسیح کے منکر ہیں بلکہ مسیح کی رسالت کے بھی منکر ہیں۔ یہودیوں کو کیا پڑی تھی کہ وہ ایسی عجیب تعلیم اپنی تورات میں داخل کرتے یہ تعلیم بلاشبہ خدا کی طرف سے ہے۔

اور انجیل صرف اس بات کی خبر دینے والی ہے اکہ انبیاء کی نبوتیں اور اقوال مسیح میں خدا نے پورے کردیئے ۔ چنانچہ اقانیم کی تعلیم خلاف عقل نہیں ہے۔ ہاں فوق العقل ہو سکتی ہے۔ دیکھئے قرآن شریف نے کہا ہے :

ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم ۔

یہ آیت اس کلمہ کی ذات و شخصیت ظاہر کرتی ہے جو مریم سے مولوو ہوا اور جو خدا کی ذات میں تھا۔ یہ نام ونسب انجیلی ہے۔

(انجیل۔خط اول یوحنا ۱ : ۱۴،مکاشفہ ۱۹ : ۱۳)۔

یہاں کلمہ خدا کا مریم میں متجسد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ کلمہ مونث ہے مگر آیت میں یہاں مذکر استعمال ہوا ہے۔!

عبدالحمید : چونکہ قرآن کی تاویل سوائے علماء راسخین کے اور کوئی نہیں کرسکتا اس لئے عیسیٰ کی نسبت جو مشہور اماموں مثل بیضاوی ورازی نے کہا ہے کہ اسکی طرف رجوع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم" والی آیت بتاتی ہے کہ عیسیٰ انسان مخلوق تھا خدا نہ تھا۔ اسی طرح " واذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی الھیٰن من دون اللہ " (یعنی خدا کہے گا کہ اے عیسیٰ کیا تم نے یہ سکھایا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود مانو؟ تو وہ صاف کہینگے کہ بات مجھے کہنے کا کیا حق ہے ؟

شیخ علی : علماء کی تفسیر الہامی تو ہوتی نہیں اسلئے ناقابل اعتبار ہے۔ ہاں ایسی تفسیریں ۔۔۔۔جو عقل کو روشنی دیں اور جو دُعا کے ساتھ کلام کے سمجھنے میں مدد دیں استعمال کی جاسکتی ہیں تو بہتر تو یہ ہے کہ اصل کتاب کی طرف رجوع زیادہ مفید ہے ۔ قرآن کی بہت سی آیات بڑی صاف ہیں جیسے یہ کہ عیسیٰ بغیر انسانی باپ کے پیدا ہوئے ۔ وہ کلمہ اور روح ہیں۔

تو اگر بعض آیات مشکل ہیں یا اس میں عیسیٰ کی الوہیت کی تنسیخ ہے تو بھی ہمیں حق ملتاہے کہ ہم ان قیمتی آیات سے ، جو تورات وانجیل کے موافق مطلب ہیں ، سند پکڑیں ، شیخ عبدالحمید نے اس پر یہ اعتراض کیا آپ نے جو آیت دی ہے اس میں خدا کی مراد بالکل جدا ہے۔ یہ مطلب منہ ، میں سے نکالنا کہ مسیح خدا کی ذات میں سے ذات ہے صحیح نہیں بلکہ اس سے مراد ایجاد ہے۔

شیخ علی : تو پھر عیسیٰ کا اس طور سے وجود میں آنا کس وجہ سے مقرر ہوا؟ یہ بھی آیت ۵۱ (سورۃ الحجر) کی طرح کیوں نہ کہا گیا کہ اے ابراہیم ہم تجھے ایک حلیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں! ان اللہ یبشرک بیحییٰ والی آیت ۳۷ (سورہ آل عمران) میں زکریا کو حضرت یحییٰ کی

بشارت دی گئی ؟ لیکن مریم کی خوشخبری چونکہ ایسی ہستی کے لئے بھی جو خدا کی ذات میں سے ذات اور جوہر میں سے جوہر تھا اس لئے فرق تھی۔ پھر اس کی تائید میں ایک اور آیت ہے۔
إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ
ترجمہ: مسیح تو مریم کے بیٹے ہیں جو اللہ کے فرستادہ ہیں اور اللہ کے کلمہ ہیں جو مریم کی طرف ڈالا گیا اور اس کی روح ہیں ۔(نساء ۱۶۹)۔

یہ آیت صرف مسیح کی رسالت پر ہی نہیں بلکہ اس کے کلمتہ اللہ ہونے کا ، اور تا کہ کوئی لفظ کلمتہ اللہ کا مطلب اور نہ سمجھ لے ، ایک لفظ روح منہ بھی لکھد یا جس سے ساری مشکل دور ہوجاتی ہے یعنی عیسیٰ مسیح اور رسولوں کی طرح نہیں ہے بلکہ بیٹے کی مانند ہے جسے باپ نے اس دنیا میں بھیجا ہے۔

یہ قرآنی آیت انجیل کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ میں ایک مسیحی عالم کی بات آپ کو بتاتا ہوں جو اس وقت اس نے کہی تھی جب میں محمد کو تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت دے رہا تھا۔ اس پر وہ ہنس پڑا، میں نے ہنسی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ کی بات تو ایسی ہے جس کا نہ قرآن نہ حدیث تائید کرے، ہاں عیسیٰ کا درجہ ضرور ایسا ہے ، چار تو قرآن سے اور دو حدیث سے ثابت ہے :

۱ ۔عیسیٰ کلمتہ اللہ اور روح منہ کہا محمد کو صرف رسول من اللہ کہا۔

۲ ۔ان کی ولادت خارق عادت ہوئی یعنی عام قاعدہ توڑ دیا گیا۔

۳۔ ایسے معجزے دکھائے جو نہ پہلے نہ پچھلے نبیوں سے سرزد ہوئے۔

۴۔ مسیح نے کبھی کسی امر میں خطا نہ کی نہ گناہ کیا جبکہ یہ باتیں قرآن نے بڑے بڑے بزرگوں اور نبیوں سے منسوب کی ہیں مثلاً آدم نوح ابراہیم موسیٰ داؤد اور سلیمان نیز محمد سے اور ان کے استغفارہ کے بعد ان کو معاف بھی کردیا۔ عیسیٰ کی نسبت ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

۵ ۔حدیثوں میں عیسیٰ کو مس شیطان سے معصوم مانا گیا ہے (مسلم)

۶ ۔غزالی نے کتاب (جزو ۳) میں لکھا ہے کہ " جب عیسیٰ پیدا ہوئے تو سارے شیاطین سردار ابلیس کے پاس آئے اور بتایا کہ تمام بت سرنگوں پائے گئے ہیں۔ یہ تو تمہاری جگہ میں ہوا ہے جاؤ وجہ معلوم کرو، شیطاطین نے مشرق سے مغرب تک جا کر معلوم کیا اور یہ پایا کہ عیسیٰ پیدا ہوئے ہیں اور فرشتے گھبرائے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ جب ابلیس کو معلوم ہوا تو بولا کہ آئندہ بتوں کی پرستش بند ہوجائے گی۔

یہ ساری باتیں اشارہ کرتی ہیں تورات وانجیل کی طرف جو ہدایت اور نور ہیں جسے اللہ نے دو گروہوں یہود ونصاریٰ کی طرف نازل کیا ہے۔ ہم محمد عربی کے اس گواہی کے لئے ممنون ہیں اگر میں مسلمان ہوتا تو ضرور ان باتوں کی تحقیق کرتا مگر تم لوگ ہو کہ تحریف کا نعرہ لگا کر بات کو ٹال جاتے ہوا! میں جب عیسائیوں سے جدا ہوا تو میں نے تحقیق شروع کردی۔

حسن آفندی : آپ کی یہ باتیں کہ ہم کو بائبل پر اعتبار کرنا چاہیے اس لئے کہ حضرت محمد نے اس کی گواہی دی ہے نہیں مانتے کیونکہ مفسدین نے اس میں بہت کچھ ادل بدل کردیا ہے اس لئے اس کا ماننا ہم پر واجب نہیں ہے۔

شیخ عبدالہادی : آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے پاس بائبل کی تحریف کی کیا دلیل ہے۔ اس پر حسن آفندی نے چند درج ذیل دلیلیں پیش کیں۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ذکر ہے حالانکہ وہ فقط انسان تھے بھوکے پیاسے اور تھکتے تھے اور آپ لوگوں کے گمان کے موافق ان پر موت بھی آئی۔

(۲) یہودیوں نے اس بات کا انکار کیا حالانکہ وہ اہلِ کتاب تھے۔

(۳)اس میں بہت سارے متنا قضات ہیں اور بہت سی آیتیں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔

حسن آفندی : میں انجیل کے صرف چند متناقضات پر اکتفا کرونگا متی نے صرف دو اندھوں کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ مرقس اور لوقا نے ایک ہی بتایا ہے۔ متی نے ایک گدھی کا ذکر کیا ہے ۔

مرقس اور لوقا نے گدھی کے بچے کا بھی ذکر کیا ہے۔ پولوس کی رویا میں اعمال میں لکھا ہے کہ وہ آواز تو سنتے تھے پر کسی کو نہ دیکھتے۔ اور ایک جگہ لکھا ہے آواز نہ سنی ۔ پھر لکھا ہے کہ شریعت کے کاموں سے آدمی خدا کے سامنے راستباز نہ ٹھہرے گا حالانکہ ابراہیم وراحب ایمان سے راستباز ٹھہرائے گئے۔ یعقوب کے خط میں آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرائے گا۔۔۔۔۔ یہ سب مثالیں تحریف وتناقض دکھاتی ہیں۔

عبدالہادی: مفتی صاحب سے یہ گفتگو کرتے وقت تورات اور قرآن سے مسیح کے الہیٰ النسوب ہونے کی بات کہی جاچکی ہے، یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ ایک ان سے پہلے ہوئی اور دوسری بعد میں اور دونوں الہیٰ امتوں کی کتابیں ہیں جو الوہیت پر ذرا بھی اعتقاد نہیں رکھتیں۔ لہذا جو باتیں ثابت ہوچکی ہیں ان کے دہرانے کی اب حاجت نہیں ہے۔

اب دوسری بات کہ اس نے انسانوں کی مانند دکھ اٹھایا بھوکا پیاسا ماندہ ہوا۔ ایسے عوارض اس کی کامل انسانیت کی دلیل ہیں اور اس کے عظیم معجزات اور کمالات اعلیٰ پاکیز گی کی صلاحیت اس کے ماضی حال اور مستقبل کے کام اسکی الوہیت کی دلیل ہے خدا نے چاہا کہ اس کا ابن وحید بندے کی صورت اختیار کرکے اسکے عظیم اور پرحکمت کام کرے۔

لیکن یہودیوں کا الوہیت مسیح سے اور اسکی رسالت سے انکار کرنا جسے آپ تحریف کی دلیل ٹھہراتے ہیں وہ دراصل عدم تحریف کی ایک مضبوط دلیل ہے جیسا کہ شیخ علی نے ابھی ابھی فرمایا تھا کہ اگر انسان کی طاقت میں یہ ہوتا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق بائبل کی تحریف کردے تو یہودی ان آیتوں کو جن میں مسیح کی الوہیت اور انسانیت اور صفات اور دیگر امور مندرجہ انجیل کی بابت پیش خبری ہے اس میں تبدیلی کرنے خصوصاً ان کو جن میں اس کے یہود کے رد کئے جانے، تیس روپے پربکنے اور موت کا ذکر ہے ۔ یہ ساری باتیں پوری ہوگئیں لیکن انہوں نے اس بارے میں چھوٹی سے چھوٹی نبوتوں کو محرف کرنے اور مٹانے میں بھی پیش دستی نہیں کہ وہ سب اسی طرح جیسے نازل ہوئی تھیں تورات میں موجود ہیں۔

اب رہے متناقضات تووہ باتیں مذہب کی اصولی باتیں نہیں ہیں جن پر مسیحی دین کا مدار ہو۔

" اندھوں کے ذکر میں متی کے دو اندھے ، مرقس اور لوقا کے ایک اندھے کی نفی کرتے ۔ اسی طرح گدھی کا بچہ جو بہ سبب نوعمری اکیلا آنے پر راضی نہ ہوا ہوگا مسیح نے باری باری دونوں کی سواری کی جب یروشلیم کے نزدیک آیا تو بچہ پر سوار تھا۔"

اب رہی آواز کی بات کہ " وہ سنتے ہیں اور کسی کو دیکھتے نہیں، دوسری صورت میں انہوں نے نور کودیکھا لیکن اس کی آواز کو جو کلام کرتا تھا نہ سنا۔"

اول صورت میں انہوں نے مبہم آواز سنی جیسے یروشلیم میں مسیح کے دعا کے جواب میں آسمان سے آئی آواز کو سنا تو، پر سمجھے نہیں بلکہ بادل کی گرج کا گمان کیا۔

دوسری صورت میں آواز نہ سنی کا مطلب تھا کہ اس کلام کو نہ سمجھے گویا کچھ سنا ہی نہیں ۔ باقی ان فقروں میں کہ کسی کو نہ دیکھا اور یہ کہ نور کو دیکھا ، اس میں بھی تناقض نہیں کیونکہ نور چیز ہے شخص نہیں، اور لفظ کسی شخص پر دلالت کرتا ہے۔ اگر اس میں پھر بھی آپ تحریف دیکھتے ہیں تو محرف شخص کے قصد کی وجہ تبائیے جس کے لئے اس نے اسی طور سے آیات کو بدل ڈالا ؟

اگر کوئی تحریف کرتا تو سب سے پہلے اس درج بالا قسم کی مشکلات کو رفع کردیتا ۔ پولس ویعقوب کا اختلاف بھی لفظی ہے نہ کہ معنوی ، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ خط مختلف الخیال لوگوں کے ہیں ۔ لوگوں نے دریافت کیا تھا کہ آیا انسان شریعت کے اعمال پر بھروسہ کرکے راستباز ٹھہرتا ہے یا ایمان واعمال کے ساتھ پولوس نے بتایا کہ گناہ کے نتیجہ سے خلاصی صرف خدا کی رحمت سے ہے نہ کہ گنہگار انسان کے کسی استحقاق کی وجہ سے ہے اس نے یہ بتاناچاہا کہ عدل کے قرض سے رہائی صرف اس کی ادائیگی کی وجہ سے ہے جوفدیہ شرعی کے ذریعہ جو مسیح کے خون سے دیا گیا۔ حاصل ہوتی ہے۔ جن کو یعقوب نے خط لکھا ، وہ اس خیال میں مبتلا تھے کہ

بغیر تقویٰ وپرہیزگاری کے اگر کوئی ایمان سے زندگی گزارتا ہے توکافی ہے۔ وہ یہ بھول گئے کہ ایسا ایمان اپنے آپ میں مردہ ہے ایسا ایمان ، ایمان نہیں !یعنی اعمال ایمان کے گواہ ہیں پس خدا قیامت کے ثواب وعذاب پر ایمان لانا سوائے دل کی تصدیق کے اور کیا ہے ؟ انسان اسی بناء پر اعمال سے توراستباز ٹھہرتا ہے مگر زندہ ایمان اس کے ساتھ ضروری ہے جو محبت کی راہ سے اثرانداز ہو کیونکہ " اعمال پھل ہیں اور ایمان جڑ ہے" بلا جڑ کے پھل نہیں ہوسکتے۔

قاضی : آپ کے جوابات اعتراضات کے لئے کافی نہیں، یہ بات تسلیم ہے کہ یہود کا الوہیت مسیح اور اس کے رسول ہونے سے انکار کرنا تحریف بائبل کے لئے دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا ۔کم از کم بعض آیات میں توضرور تحریف کا آپ کو اقرار کرنا چاہیے ۔

عبدالہادی : اسکو توہم پہلے بلا اعتراض تسلیم کرچکے ہیں کہ یہود یا کوئی اور بائبل کی تحریف کرتے تو وہ سب سے پہلے اس قسم کی مشکلات دور کرتے ۔ بعض فروعی باتوں میں تناقض کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ بائبل ویسی ہی ہے جیسا ملہم لوگوں نے لکھا۔ اگر مسلمانوں کے گمان میں بائبل محرف ہوگئی ہے تو کب ہوئی ہے محمد کے پہلے یا بعد ؟

قاضی صاحب نے تھوڑی دیر جواب میں تامل کیا پھر کہا کہ شیخ صاحب کیا اس سوال کو اس وقت آپ نظر انداز نہیں کرسکتے شیخ احمد نے کہا کہ یہ ممکن نہیں لیکن آپ کی خواہش ہے توہم مناظرہ کو ملتوی کرتے ہیں ۔

شیخ عبدالرحیم : جناب محمد کے بعد۔

عبدالہادی : نبی اسلام چھٹی صدی میں ہوئے اس وقت مسیحیوں کی بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوچکی تھیں اور مسیحی مختلف قبائل ، گروہ اور زبانوں میں منقسم ہوچکے تھے۔ پہلی صدی کے تھوڑے عرصے بعد امت مسیحی کئی فرقوں میں بٹ چکی تھی، مثلاً آریوسی ، پولسی ، نستوری، وغیرہ ان کے مذہبی دستور الگ تھے اور باہم بڑے دشمن تھے اور باہم ان کے درمیان بڑے جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ ان سب کے پاس اصلی بائبل موجود تھی وہ سب اپنی باتیں اسی بائبل سے ثابت کرتے تھے (جیسے آج بھی مسلم گروہ کرتا ہے) تو بھلا کیسے اکٹھے ہوکر ان سب نے بائبل کی تحریف پر اتفاق کیا۔ اگر ایسا کرتے تو وہ سب ایک ہی خیال اور دستور کے ہوجاتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت اور عقیدے بدستور قائم رہے لہذا حضرت محمد ﷺ کے بعد بھی بائبل میں تحریف نہیں واقع ہوئی۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ تحریف کے پیچھے کوئی مقصد ہونا چاہیے جسے آپ بیان کیجئے ورنہ دعویٰ باطل ہوگا۔

بھلا کون سی غایت خیال میں آسکتی ہے جبکہ متفرق مسیحی فرقوں کی تعلیمیں بائبل کے منافی نظر آتی ہیں اگر تحریف ہوتی تو اس خیال اور طریقہ عبادت کے موافق ہوتی کہ کم از کم ان میں سے ان اوامر نواہی کو جو تصاویر اور بتوں اور عبادت مخلوق کی بابت ہیں یکسانیت ہوجاتی لیکن کچھ نہیں کیا گیا مثلاً تورات اس بات کی گواہ ہے کہ یہود نے خدا کے مبارک مسیح کا انکار اور رد کردیا۔ چنانچہ یہ انکار اور حضرت محمد سے قبل بائبل کا محرف نہ ہونا اس کی صحت کی گواہی ہے۔

قاضی : بھائیو ! بڑی دیر ہوگئی ہے اب گفتگو کو یہیں چھوڑدو پھر جلسہ برخاست ہوا۔

جب وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جارہے تھے تو گفتگو نے ایک موڑ لیا شیخ عبدالمجید بولے:

" شاید یہ کہنا غلط ہوا کہ تحریف رسول کے بعد ہوئی تھی ہمیں کہ کہنا چاہیے تھے کہ تحریف قبل محمد ہوئی تھی۔"

حسن آفندی : بھی یہی تو دقت ہے کہ اس صورت میں ہم قرآن کی ان آیات کی کیا تشریح کرینگے جو صحت بائبل کی شہادت دیتی ہیں جو اس وقت کے یہود ونصاریٰ کے ہاتھ میں موجود تھی، بھائی حمید آپ کے دل میں ایسا خیال کس طرح گزرا۔

عبدالمجید : سورہ مائدہ کی آیت ۴۵ میں یحرفون الکلمہ آیا ہے تو یہ سوائے اہل کتاب کے اور کون ہوسکتے ہیں ؟

مفتی: یہ تحریف جس کی طرف یہاں اشارہ ہے مفسرین کی رائے میں یہ ہے کہ وہ لوگ بعض باتوں کا انکار کرتے تھے کہ ان کی کتاب میں یہ نہیں ہے مثلاً زنا کی سزا تورات میں سنگساری تھی مگر یہود مدینہ یہ کہتے تھے کہ کوڑے کی سزا ہے۔

ابن صوریا کو حضرت محمد نے حکم بنایا اور پوچھا---- کیا تو اس کتاب " بائبل" میں زانی کی سزا پتھراؤ دیکھتا ہے ۔ صوریا نے کہا ہاں اسی لئے رازی کی رائے یہود تورات کی چند باتوں کی اپنے منہ سے بدل ڈالتے تھے نہ کہ تورات کو۔ سورہ نساء کی آیت ۴۸ میں" من الذین ھادوا یحرفون الکلمه عن مواضعه " (بعض یہودی کلمات کو اسکی اپنی جگہ سے بدل ڈالتے یا ہٹا دیتے ہیں ۔ مثلاً لفظ (ربعة) کو تورات میں لفظ طویل کردیا۔ رجم کو تجلید کردیا۔ اس لئے آیت شریفہ قرآنیہ ( ) فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھمه ثمه یقولون ھذا من عندالله۔ (افسوس ان پر جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔)

امام رازی نے خود لکھا ہے کہ:

" ایسی کتاب میں تحریف ناممکن ہے جس کا ایک ایک حرف مشرق اور مغرب میں موجود ہے اور تواتر تک پہنچ چکا ہے۔ شاید تحریف ہوئی ہو اس وقت جبکہ قوم بہت تھوڑی تھی! کبھی ایسا بھی ہوا کہ یہودی حضرت محمد کے پاس آئے سوال وجواب کیا جو بتلایا گیا اسے وقتی طور پر قبول کیا جوں ہی باہر ہوئے باتوں کو بدل ڈالا۔"

پس مذکورہ بالا آیات میں مراد تحریف لفظی زبانی ہے نہ کہ کتابی، قرآن نے اہلِ کتاب پر کبھی اتہام تحریف نہیں لگایا۔ ہاں باتوں سے چھپانے کا الزام ضرور ہے جیسے سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۶ اور سورہ آل عمران ۷۱ میں۔ لہذا بعد رسول تحریف سے بھاگ کر قبل رسول کی طرف آنا ویسا ہی ہے جیسے بچھو سے بچ کر سانپ کی بھاگنا۔

فصل (۱۱) یازدہم

قاضی صاحب جب گھر پہنچے تو شیخ علی کے دلائل پر غور کرتے رہے، وہ کہتے تھے کہ علماء اسلام کے پاس کافی دلائل نہیں ہیں جب کوئی ہتھیار نہیں ملتا تو بائبل کی تحریف کی بات کہکر بات بچاتے ہیں جبکہ اہلِ کتاب کے پاس عدم تحریف کے ثبوت میں کافی دلائل ہیں، ہمارے علماء جسے تحریف کی دلیل کہتے ہیں وہ الٹا عدم تحریف کی دلیل ثابت ہوتی ہے۔ انہوں نے شیخ علی کے پاس کہلوا بھیجا کہ رات میں پھر شیخ علی سے ملاقات کے شائق ہیں، شیخ علی نے ملنے کی حامی بھرلی۔ جب رات کو دوسرے دن قاضی صاحب آئے تو انہوں نے کہا کہ میں اس وقت محمد ﷺ کی رسالت پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں ، انہوں نے وحدانیت کی بُت پرستوں کو تعلیم دی مخلوق پرستی کو مٹایا باوجودیکہ وہ پڑھے لکھے نہ تھے ایک عجیب قرآن لائے۔ وہ کفار پر غالب آئے اوران کا دین رفتہ رفتہ تمام عالم میں پھیل گیا وہ کل بنی آدم کے لئے نذیر وبشیر بن کرآئے۔

شیخ علی: آپ کو تو یاد ہے کہ ایک وقت تھا کہ میں مسیحیوں کے سامنے اس طرح کے ہی دلائل دیا کرتا تھا لیکن جب حق مجھ پر ظاہر ہوگیا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ اے دوست مجھے بلا جھجک اس کی وجہ بتائیے۔

شیخ علی: محمد صاحب کا خدا کی وحدانیت پر اعتقاد لانا ان کی نبوت کی دلیل نہیں ہے۔ عقلمند آدمی تمیز سے اس کا ادراک کرسکتا ہے۔ محمد صاحب کے زمانہ میں کئی ایسے لوگ تھے جو وحدانیت خدا کو اپنا چکے تھے۔ عرب میں بہت سے نصاریٰ اور یہود بھی وحدانیت کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے علاوہ محمد نے بھی کئی سفر حجاز سے شام کا کیا تھا نصاریٰ کے دیر اور کلیساؤں سے گزرے اور ٹھہرے تھے ۔ وحدانیت کی تعلیم مسیحی راہبوں سے معلوم کرلی تھی

وہ ان سے کافی متاثر تھے حتیٰ کہ خود قرآن نے نصاریٰ کے قسیسوں اور راہبوں کی تعریف کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انکا دین تلوار اور زور سے پھیلا تھا۔ مسیحی دین محض خدا کی قدرت سے رائج ہوا تھا، آج کا محمدی دین تنزل کی حالت میں ہے اس کے برخلاف مسیحیت برابر بڑھ رہی ہے۔ پھر یہ کہ خدا کے رسول ہونے کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ مدعی نبوت نشانیاں اور معجزات سے اپنے دعوے کو ثابت کرے، آنحضرت نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ نہیں پیش کیا۔

قاضی صاحب نے شیخ علی کو ٹھوک کرکہا دو باتیں آپ نے غلط کہیں، پہلی تو یہ کہ آپ نے کہا وہ کتاب اللہ کے منکر ہیں - دوسری یہ کہ انہوں نے کوئی نشان ومعجزہ نہیں دکھایا۔ دیکھئے سورہ آل عمران آیت ۲ اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۱ میں دیگر اور کئی آیات میں صاف لکھا ہے کہ انہوں نے تورات وانجیل کی تصدیق کی اور انہیں سچی بتایا ہے آیت شریفہ:

"ولما جاء لکم رسول مصدق لما معکمہ لتو منن بہ ولتنصر نہ "(جب تمہارے پاس ایک رسول سچا ٹھہراتا ہوا اس کو جو تمہارے پاس ہے آیا تاکہ تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو (آیت ؟) توآپ کس طرح کہتے ہیں کہ محمد نے کتاب اللہ کی تصدیق نہیں کی۔ دوسری بات معجزے کی ہے۔

عرض ہے کہ معجزہ شق القمر، اپنے والدین کو مرنے کے کافی عرصہ کے بعد زندہ کرنا جو ایمان لاکر مرگئے، الحجاز نامی جگہ سے چشمہ کا ابالنا، مدینہ کی ایک عورت کے لڑکے کو زندہ کرنا، تھوڑے سے کھانے سے بہت سے لوگوں کو سیراب کرنا، اور بھی بہتیرے معجزات ہیں جن کا آپ انکار نہیں کرسکتے۔

شیخ علی: (متبسم ہوکر) صاحب، میری کیا مجال ہے کہ نبی اسلام پر افتراء کروں، بیشک قرآن میں ایسی آیات ہیں جن کا مطلب یہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرت نے تورات وانجیل کو جو یہود ونصاریٰ کے پاس ہیں تصدیق کی ہے۔ لیکن یہ دعویٰ محتاج ثبوت ہے۔ کتاب مقدس کی سب سے بڑی تعلیم یعنی خدا کے ازلی بیٹے کا مجسم ہونا، اس کا صلیب دیا جانا اور گنہگاروں کے لئے فدیہ کے طور پر اپنی جان دینا۔

آنحضرت محمد سے دو صدی پیشتر آریوس کے اس عقیدے پر، جنہیں وہ بیٹے کی ازلیت اور بزرگی میں باپ کی مساوات کا منکر تھا۔ بڑی طویل بحث ہوئی اور سارے حاضرین مباحثہ نے آریوس بربدعتی ہونے کا حکم لگایا۔ کتاب مقدس کا کوئی ایسا نسخہ نہیں جس میں اس بنیادی تعلیم کا مرکز نہ بنایا گیا ہو مسیح اللہ اور انسان دونوں ہے جو انسان کے فدیہ کے لئے جسم کے لحاظ سے مارا گیا۔

محمد نے ان چیزوں کا انکار کیا، توہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ محمد اس کتاب کی جو یہود ونصاریٰ کے ہاتھ میں ہے تصدیق کرتے ہیں جبکہ وہ مسیح کی الوہیت اور صلیب دیئے جانے کی، جو تورات کی غایت اور انجیلی مطلب کا خلاصہ ہے انکاری ہیں! کیا وہ آیتیں جن میں الوہیت اور صلیب کا ذکر ہے نکالدی جائیں تو ان میں باقی کیارہ جائے گا کچھ بھی نہیں، خود بھی لفظ انجیل کا مطلب ہے بشارت اور خوشخبری، تووہ خوشخبری سوائے اس تعلیم کے کہ خدا کی اعلیٰ محبت کا ظہور کفارہ میں ہو اور کیا ہے؟

مجھے تعجب ہے کہ ایسی بات ایک ایسے زمانہ میں جبکہ کتاب اللہ کے ہزاروں نسخے ہم آواز ہوکر یہ کہہ رہے تھے کہ مسیح ابن اللہ ہے جو خود باپ (خدا) کی طرف سے دنیا کی نجات کی غرض سے بھیجا گیا تھا جس نے اپنی جان دے کر باپ کی مرضی کو پورا کیا، کیسے کہی جاسکتی ہے! سچ مچ اگر آنحضرت کتاب اللہ کی تصدیق کرتے تو ضرور مسیحی ہوتے، چنانچہ یہ دعویٰ بلادلیل ٹھہرا!

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ محمد نشانیاں اور معجزات لائے، میں یہی نصاریٰ سے بحث کے دوران کہتا تھا لیکن جب ان کی بابت وہ مجھ سے سوال کرتے تومجھے شرمندگی ہوتی تھی کیونکہ

ازروئے قرآن یہ باتیں صحیح نہیں ہیں قرآن کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا کہہ سکتا ہے اس پر مجھے تعجب ہے۔

قاضی صاحب نے اس پر کہا کہ مجھے تو کچھ یاد آنہیں رہا شیخ صاحب مجھے بتائیں تو شیخ علی نے تین آیات کا حوالہ دیا جن میں جناب محمد کے نشانیاں اور معجزات نہ لانے کا ذکر ہے۔ سورہ رعد کی آیات ۲۷، ۳۸، سورہ عنکبوت کی آیت ۴۹، سورہ اسراء کی آیت ۶۱ ۔ پھر بولے کہ ان سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ محمد کوئی نشانی نہیں لائے جیسا کہ حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء لائے۔ اس لئے مسلمانوں کو کہاں جائز ہے کہ معجزات کی روایت کو صادق ٹھہرائیں ، قرآن تو ان کے نزدیک اللہ کی کتاب مانی جاتی ہے جب وہ محمد کے معجزات ونشانیوں کا انکار کرتی ہے تو ان کا ماننا قرآن کی اہانت کرنا ہے۔

قاضی: ہمیں اس کے لئے تفسیر بیضاوی دیکھنا لازم ہے۔

شیخ علی: اس وقت تو بیضاوی ہے نہیں لیکن اس کا کلام باللفظ میں بیان کرسکتا ہوں بعد میں گھر جا کر آپ دیکھ سکتے ہیں۔

قاضی: فرمائیے!

شیخ علی : بیضاوی نے لکھا ہے وما منعنا ان نرسل بالایت الان کذب بها الاولون . ای ماصر فنا عن ارسال الایات التی افتر حها قویش الا تکذیب الاولین الذی هم امثالهمه فی الطبع کعاد وثمود . وانها لوارسلت لکذبوها تکذیب اولیک. واستو جبوا الاستیصال علی ماقضت به سنتنا . وقد قضینا ان لا نستاء صدهم لان فیهم من یومن اور یلدمن یومن ."(بیضاوی جلد اول ص ۲۰۷)

ترجمہ: یعنی ہم نے پرہیز نہیں کیا نشانیاں بھیجنے سے جو قریش نے طلب کیں، مگر اس لئے کہ ان سے پہلے لوگوں نے جو طبعیت میں ان کی مانند تھے ان کو جھٹلایا مثل عاء وثمود کے (آیت ختم) بیضاوی کی تفسیر جو قریش میں نشانیاں مانگیں اس کے بھیجنے سے اس لئے ہم نے پرہیز کیا کہ اگر بھیجتے تو وہ جھٹلادیتے اور تباہی وہلاکت کے مستحق ہوجاتے کیونکہ یہی ہماری سنت وطریقہ ہے۔ ہم نے مقرر کردیا کہ ان کو تباہ نہ کریں کیونکہ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو ایمان لے آئے یا ایسے پیدا ہوں جو ایمان لائیں (الخ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کوئی نشانی نہیں لائے۔

قاضی : شیخ علی میں آپ کا شکر گزار ہوں ، میں نے پہلے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں کی ۔ اب آپ یہ بتائیے کہ کیا خود قرآن ایک معجزہ نہیں، اپنی فصاحت وبلاغت میں نیز اس میں اعلیٰ آسمانی تعلیم درج ہیں ۔!

شیخ علی: دیکھئے صاحب ! معجزہ کہتے ہیں ایسے واقعہ کو جو عام قاعدہ قدرت کے خلاف واقع ہو مثلاً کسی زندہ کا مرجانا معجزہ نہیں کیونکہ وہ عام قدرتی قانون کے تحت ہے لیکن اس کا زندہ کرنا معجزہ ہوگا۔ اسی طرح کسی کتاب کی تصنیف خواہ کتنی ہی اعلیٰ اور فصیح ہو معجزہ نہیں گنا جائے گا بلکہ اسے انسانی شاہکار کہیں گے ۔ اور قرآن کو اس لئے معجزہ سمجھیں تو عرب کے اشعار وخطبوں کو بھی معجزہ ماننا پڑے گا۔ امراء القیس کے قصائد متنبی ، فارض، حریری، قس بن ساعدہ کے خطبہ اور لقمان بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں ان کی فصاحت بھی مسلم ہے۔ رہی قرآن کی تعلیمات اور مسائل شرعیہ، تو ان میں کے اکثر بائبل سے ماخوذ ہیں اور ان میں بھی کافی تکرار ہے مثلاً۔ قصہ آدم کا بیان پانچ سورتوں میں قصہ نوح ، دس دفعہ، ابراہیم آٹھ دفعہ لوط کا قصہ نو دفعہ، قصہ موسیٰ، یوسف اور فرعون کی کہانی بارہ دفعہ دہرائی گئی ہے اگر ان سب کو جو تورات سے لئے گئے ہیں نکال دیں تو اس میں کیا رہ جاتا ہے؟ وہ معجزہ کیونکر ٹھہرا؟

اس پر قاضی بولے کہ پھر بھی کسی امی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے اس لئے قرآن ضرور ہی معجزہ ہوا۔ اس کا جواب شیخ علی نے یہ دیا کہ اگر موجودہ قرآن سب کا سب محمد ہی کی تصنیف مان لی جائے تو وہ انسان کے قوائے عقل کے دائرے میں رہتا ہے ۔ تورات وانجیل کا

الہیٰ ہونا باوجودیکہ الہیٰ فعل ہے معجزہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس کو خدا کی وحی کہیں گے اور اس کے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں معجزہ کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ قرآنی آیات وہی ہیں جو محمد کی زبان سے نکلیں؟

قاضی: قرآن اس لئے بھی معجزہ ہے کیونکہ وہ اعلیٰ تقوے کی طرف رہنمائی کرتاہے اوراس کا بتلانے والا ایک بزرگ شخص تھا جس کے قوائے عقلی اس کے تمام ہم عصروں سے اعلیٰ تھے۔

شیخ علی: بیشک محمد اول درجہ کے ذکی الطبع لوگوں میں سے تھے اب ذرا اس مسئلہ کی طرف توجہ کیجئے کہ حضرت محمد نے توارت وانجیل کی کس امر میں تصدیق کی؟

قاضی: تورات وانجیل کی تصدیق کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ اس میں آدم وحوا، ان کا بہشت سے نکالاجانا، قائین کے بھائی کو قتل کرنا اور وہ تمام قصے جو آپ نے گنائے نیز مریم وزکریا کا ذکر، ختنہ، وضو اور اسی طرح کے اوامر ونواہی جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔

شیخ علی: ہاں بہت سی باتوں کی تصدیق کی جو سب سے اعلیٰ تھی انہیں چھوڑ بلکہ کہیئے کہ ان سے انکار کردیا۔

قاضی: وہ کیا ہیں؟ شیخ علی نے کہا کہ ان کا پہلے بیان ہوچکاہے، فائدہ کی غرض سے پھر دہرائے دیتا ہوں۔ خدا نے ہمارے والدین کو عصیاں کے باعث جنت سے نکالا اس کی بابت قرآن نے تصدیق کی ہے لیکن نہایت مختصر بلکہ بعض ضروری حصہ چھوڑدیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی اور ان کی نسل کے گنہگاروں کے مغفرت کس طرح ہوگی اور وہ اپنے پرانے تقدس کی طرف کس طرح لوٹیں گے؟ دنیا سے کوچ کے بعد ان کے جلالی بہشت میں داخل ہونے کے مسائل نظر انداز کئے گئے۔ ابراہیم کے بیٹے کی قربانی تورات کے بیان سے مختلف۔ ابراہیم کی نسل کے بارے میں وعدہ کہ ان سے جمیع قبائل ارض برکت پائیں گے۔ پھر اسی وعدہ کی تکرار اسحاق سے، اور پھر یعقوب سے۔

(بائبل کتاب پیدائش ۲۲: ۲۶ : ۴ + ۲۸ : ۲۴)

یہ باتیں واضح کرتی ہیں کہ یہ وعدہ ابراہیم نسل اسحاق ویعقوب سے تھا، یعنی مسیحی ابن اللہ سے جو یعقوب کی نسل سے تھے نہ کہ اسماعیل سے)

قاضی: اسماعیل کو بھی تو برکت دی تھی اور ان کے صلب سے بڑے بڑے عرب کے قبائل پیدا ہوئے۔

شیخ علی: بیشک اسماعیل کو بھی برکت ملی ذرا قرآن کی آیت ۲۶ (سورہ عنکبوت)

ملاحظہ ہو:

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

(ہم نے انہیں (ابراہیم) کو اسحاق ویعقوب عطا کیا اور اس کی اولاد میں پیمبری اور کتاب مقرر کی۔ دیکھئے یہاں سے بیٹے اور پوتے کی بخشش کا ذکر ہے جن سے نسل ابراہیم کا شمار ہوگا۔)

قاضی: یہ آیت نبوت وکتاب کو فقط اسحاق ویعقوب کی نسل میں ہی محدود نہیں کردیتی؟ اس کی کیا دلیل ہے؟

شیخ علی: تورات کی دلیل اس دعوے کے ثبوت میں ہے۔

قاضی: آپ نے ابھی تورات کو الگ کرکے اپنے دعوے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہا تھا۔

شیخ علی: دیکھئے سورہ جاثیہ (آیت ۱۵) میں:

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ

ترجمہ: ہم (خدا) نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت دی اور دکھانے کے لئے پاک چیزیں اوران کے سارے جہان پر بزرگی دی۔)

چنانچہ ذریت سے مراد نسل اسحاق ویعقوب ہیں۔ اس پر قاضی صاحب نے بحث کو ختم کرنیکی درخواست کی ۔ لیکن ایک بات شیخ نے اور کہی کہ ہم کو صرف مسیح سے امید کرنی چاہیے ۔ ہدایت اور روشنی صرف کتاب اللہ سے ملتی ہے وہی کمال ہے اور ساری ضروری باتوں میں تفصیل ہے۔

(سورہ مائدہ ۴۷، ۴۸، / سورہ انعام ۱۵۳)

وہی عظیم مشکل کو حل کرتی ہے۔

جب قاضی صاحب گھر پہنچے تو آیات مذکورہ پھر غور کیا اور کہنے لگے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اسماعیل کو اسحاق والی برکت عظمیٰ سے خارج کیا اور ابن کو چھوڑ کر ابن الاابن کو یہ حق دیا۔ مسیحیوں کے دلائل مضبوط ہیں ۔ پھر ان کو ایک نئی بات سوجھی۔ قاضی صاحب نے دوسری رات پھر شیخ علی سے ملاقات کی اور بائبل کی کتاب استثناء کی ۱۸ : ۱۵ اور ۱۹) آیات پیش کی جہاں لکھا ملتا ہے کہ خداوند تیرا خدا تیرے بھائیوں میں سے تیرے لئے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا ۔ الخ

جناب یہ تو ہمارے نبی ﷺ کے حق میں ہے ؟

شیخ علی : ہر ایک دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا ہے۔ آپ کے پاس کونسی دلیل ہے جس سے آپ اس پیش خبری کی محمد عربی کی بابت ٹھہراتے ہیں۔

قاضی : الفاظ نبوت سے ظاہر ہے کہ نبی تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ بنی اسرائیل کو صیغہ واحد سے مخاطب کیا ہے اس لئے تو میں کل بنی اسرائیل آگئے لہذا وہ نبی جس کا ذکر ہے ، اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا اور موسیٰ کی مانند ہوگا ۔ محمد کے علاوہ اور کوئی نبی ان صفات کا نہیں ہوا۔

شیخ علی : میں تورات سے یہ آیت نکالتا ہوں۔

" خداوند تیرا خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے بھائیوں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا"۔

دیکھئے قاضی صاحب، کتنا بڑا فرق ہے۔ یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ۔ یعنی وہ نبی تیرے ہی درمیان سے تیرے بھائیوں سے ہوگا۔ نہ کہ غیر اسرائیل سے یعنی وہ نبی تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں سے ہوگا۔ لفظ تیرے ہی درمیان سے ہر طرح کا شبہ ختم ہوجاتا ہے ۔ اس کی وضاحت اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو اسی کتاب میں ہے۔(استثناء ۱۷ : ۱۵) تو بہر حال اسی کو اپنا بادشاہ بنانا جس کو خداوند تیرا خدا چن لے ۔ تو اپنے بھائیوں میں سے ہی کسی کو بادشاہ بنانا۔۔۔"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے ایک بادشاہ چاہا تو اللہ نے ان کے لئے ساول کو اور پھر داؤد اور سلیمان کو پسند کیا۔ نیز وہ الفاظ بھی دیکھئے:

" تو اپنے بھائیوں میں سے کسی کو اپنا بادشاہ بنانا۔"

اگر ان لفظوں کو ان کے قرینوں اور امر واقعی سے الگ کیا جائے اور تیرے درمیان سے " کو خاطر میں لایا جائے تو یہ نبی ان میں سے نہیں ہوگا اور غیر اسرائیل ہوگا ۔ چنانچہ بنی اسماعیل نہ مدیانی نہ عرب نہ حضرت محمد اس کے مصداق ہیں۔ مسیحیوں نے تو بلاشبہ اسی پیشگوئی کو مسیح ابن مریم پر چسپاں کیا ہے کیونکہ

(۱) حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے، حضرت مسیح کلمتہ اللہ تھے۔ جو الہیٰ بھید موسیٰ کو معلوم تھا اس کو مسیح نے یہ وضاحت ظاہر کیا۔

(۲)موسیٰ عہد قدیم کے درمیانی تھے، جسے خدا نے بنی اسرائیل کے درمیان باندھا تھا اور اطاعت تھا) مسیح عہد جدید کے درمیانی تھے ۔ (جو خدا اور انسان کے درمیان باندھا گیا وہ فضل رحمت ومغفرت کا عہد تھا۔)

(۳) موسیٰ بنی اسرائیل کو زمین موعود دکھانے کوہِ سینا کے بیابان میں لے گئے۔ مسیح نے ایمانداروں کو اس جہاں کے جنگل میں لیجا کر اعلیٰ اور ابدی پاکیزگی اور راحت دکھائی۔

(۴) موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے، مسیح نے ابلیس اور گناہ کی غلامی سے آزاد کیا۔

(۵) موسیٰ خدا کے دشمنوں سے لڑے مسیح بھی تمام چیزوں پر غلبہ پانے کے لئے بموجب نبوت تشریف لائیں گے۔

قاضی: شباہت جوآپ نے بیان فرمائی اس میں دو ٹھیک ہی باقی روحانی ہیں۔ کیونکہ موسیٰ کی جو صفات تورات میں ہیں وہ حسی اور ظاہری ہیں نہ کہ روحانی!

شیخ علی: مانند ہونے کا یہ مطلب نہیں " یہ نبی" تمام محسوس باتوں میں ہی مماثلت رکھے بلکہ اسکی مماثلت نبی اور درمیانی، معلم وبیشتر اور اپنے گروہ کے لئے خدا کی طرف سے امین ہونے میں ہے۔

موسیٰ اور محمد کے درمیان مماثلت میں عظیم فرق ہے مثلاً:

۱۔ موسیٰ نے بہت سی نشانیاں اور معجزے دکھلائے۔ حضرت محمد نے کوئی نشان نہیں دکھلایا۔

۲۔ موسیٰ نے خدا کی قدرت پر بھروسہ کرکے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور انہوں نے نیزہ کا بھروسہ کیا نہ تلوار۔

۳۔ موسیٰ خدا کی مدد سے چالیس سال تک بنی اسرائیل کو روٹی دیتے رہے۔

۴۔ خدا نے نبوت وکتاب کو فقط بنی اسرائیل میں محدود کیا اس لئے کہیں اور " وہ نبی" تلاش کرنا فضول ہے۔ چونکہ موسیٰ کے بعد کوئی نبی نشانیاں اور معجزات کثیرہ لیکر نہیں آیا سوا یسوع مسیح کے اس لئے اس کے مصداق وہی ٹھہرتے ہیں اس کے علاوہ انبیاء کی ساری نبوتیں بھی ہیں جو مسیح کی بابت پیش خبر دیتی ہیں۔

قاضی: کیا تورات میں عیسیٰ مسیح کے بعد محمد عربی کی کوئی خوشخبری ہے؟ تورات میں احمد نام آیا ہے، حمیاط، یعنی حرم کی حمایت کرنیوالا۔ قدومیا یعنی سابق اور اول۔ اور طاب طب یعنی طیب نیز محمد حبیب الرحمان ومحمد بن عبداللہ، ان کی جائے پیدائش مکہ اور انکی ہجرت طابہ ہوگی۔ انجیل میں ان کا نام " المنحمنا" جس کا مطلب سریانی زبان میں محمد ہوا۔ زبور میں حاط حاط والفلاح، یعنی باطل کو مٹانے والا اور فاروق، یعنی حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے پھر آپ نے عمر بن الخطاب سے فرمایا:

" کیا تجھے معلوم ہے میں کون ہوں، میرا نام تورات شریف میں ہے اور انجیل میں بارقلیط ہے۔ زبور میں " حمناط" اور صحف ابراہیم میں طاب طاب ہے۔ زبور میں آیا ہے انی انا اللہ لا الہٰ الانا ومحمد رسولی اور زبور میں آیا ہے کہ اے داؤد تیرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد ہے اس پر میں کبھی غضبناک نہ ہوؤں گا اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا جس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو میں نے بخش دیا ہے۔

(سیرۃ النبویہ مصنفہ امام احمد جزو اول ص ۸۶، ۸۸)

شیخ علی: قاضی صاحب، آپ کے پاس ان روایتوں کی سچائی کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت محمد اور ان کے صحابیوں نے ایسا کیا کہا ہے؟

اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو معافی چاہتے ہوئے یہ عرض کرتا ہوں کہ " تورات وزبور میں اس قسم کے اقوال کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ کہیں بھی مکہ طاب اور محمد کا لفظ نہیں آیا ہے اور کہاں زبور میں لکھا ہے کہ محمد میرا رسول ہے۔اور تیرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام محمد واحمد ہوگا؟ یا تورات میں کہاں آیا ہے کہ میں اسماعیل کی نسل سے ایک نبی برپا کروں گا جس کا نام ہے احمد؟ کیا کتاب اللہ میں ایسی باتیں بیان کرنا جن کا ذکر خدا نے نہیں کیا۔ ایک خوفناک بات نہیں ہے۔ پھر انجیل میں سوائے لفظ پاراکلیٹ کے جو یونانی لفظ ہے اور کوئی لفظ نہیں ملتا جس سے مراد ہے روح القدس نہ کہ کوئی بشر۔ جس کا وعدہ مسیح نے فرمایا

تھا اپنے رسولوں سے کہ وہ اسے آسمان پر جانے کے بعد ان پر بھیجیں گے تاکہ ان کے دلوں میں سکونت کرے، ان کو قوت بخشے اور وہ تمام باتیں جو ان کے آقا نے کہیں انہیں یاد دلائے، اور انجیل کی منادی میں نشانیوں اور معجزوں سے ان کی مدد کرے تاکہ اس دعوے کی صحت پر کہ خدا کی طرف سے ہی وہ بھیجے گئے ہیں مہر ہوں۔ یہ باتیں انجیل کے قرائن سے ثابت ہیں۔ چنانچہ آپ کا یہ کہنا کہ انجیل میں تحریف کی گئی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

شاید آپ بھول گئے ہیں کہ اس جملہ سے پہلے انہوں نے عمر کو کہا تھا:

" انا الذی بعثنی الله فی التوراة الموسیٰ وفی الانجیل بعیسیٰ وفی الذبور الداؤد " (میں وہ ہوں جسے اللہ نے موسیٰ کی تورات میں بھیجا اور عیسیٰ کی انجیل میں اور داؤد کے زبور میں۔)

یاد کیجئے کیا قرآن یہ نہیں کہتا میں نے موسیٰ کو تورات دی اور عیسیٰ کو انجیل اور عیسیٰ کو روح القدس کے ہاتھوں کا سہارا دیا؟-----------------------------------

------------------------------- اس بناء پر روح القدس نے مسیح میں انجیل کی تلقین کی نہ کہ محمد کو! نتیجہ یہ نکلا کہ راویوں نے جاہلوں کی نظر میں محمد کی شان کو بلند کرنے کے لئے یہ کیا!

قاضی صاحب آپ کو تو یہ بات معلوم ہے کہ اسلام کے لئے میں بھی غیر تمند رہا ہوں لیکن میں ایسی روایتوں کا نشان تورات وانجیل میں نہیں پاتا اور اسی قسم کی روایتوں کے جھوٹا ثابت ہونے سے ہی جو اسلام کے مضبوط ستون شمار کی جاتی ہیں زیادہ تر میرے دل میں حضرت کی نبوت اور رسالت کی بابت شک پیدا ہوا کیونکہ میں یہودی اور مسیحی علماء سے مباحثہ کے وقت انہیں کا سہارا لیا کرتا تھا حتیٰ کہ سچائی مجھ پر روشن ہو گئی اور میں اس بزرگ منجی پر جس کا ذکر انجیل میں ہے اور جس کو قرآن بھی تمام انبیاء ومرسلین سے بزرگ ٹھہراتا ہے ایمان لاکر خدا کے حقیقی راستہ میں جو حیات ونجات کا راستہ ہے چل پڑا ہوں۔

قاضی: اچھا صاحب اب میں رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ پھر ایک دوسرے سے مصافحہ کرکے جدا ہوگئے۔ شیخ علی خوشدل اور مسرور تھے اور ان کے ساتھی بھی خوش تھے۔

فصل (۱۲) دوازدہم

دوسرے دن مفتی صاحب نے جب قاضی سے ملاقات کی تو پوچھا کہ آپ لوگوں کی گفتگو کا کیا نتیجہ رہا؟ قاضی صاحب نے ساری بات ٹھیک ٹھیک دہرادی۔ مفتی صاحب نے اس پر اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے افسوس ظاہر کیا کہ ہماری دینی کتب میں اس قسم کی بے بنیاد وشہادت باتیں درج ہیں۔ میں نے بھی کئی بار بائبل کا مطالعہ کیا اور مجھے بھی یہ باتیں کہیں نظر نہ آئیں۔ میں نے سوچا کہ نصاریٰ نے شاید اپنے ترجموں سے باتیں نکال دیں ہیں۔ اس لئے میں حاخام ربی سے جو مصداق وامانت میں مشہور ہے ملا اس نے بھی بتایا تورات میں ایسی کوئی بات درج نہیں ہے شیخ عباس اسماعیل احمد نے بھی ان روایات کی جستجو کی اسے بھی کچھ نہ ملا تو اس کا کہنا یہ تھا کہ اگر فی الحقیقت حضرت محمد نے اس قسم کا دعویٰ کیا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مدینہ کے یہودیوں اور بعض منافقوں نے جو کہ بعض دنیاوی فوائد کی خاطر مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے جھوٹ موٹ یہ باتیں اڑادی ہوں گی اور چونکہ آنحضرت ان پڑھ شخص تھے اس لئے وہ ان کے دام میں آگئے اور سچ سمجھ بیٹھے! اگر یہ بات نہیں بلکہ بعض صحابہ نے دین کی عزت بڑھانے کے لئے کیا تو میں یہ بلاتاتل کہتا ہوں کہ اس سے تمام حدیثیں مشکوک ہوجاتی ہیں حتیٰ کہ قرآن بھی۔ کیونکہ وہ بھی تو انہیں کے اعتبار پر جمع ہوا ہے۔ اب تو ایسی باتیں ہم دینی کتابوں سے نکال بھی نہیں سکتے کیونکہ مسلمانوں، یہود اور نصاریٰ کے درمیان نشر اور فاش ہوچکی ہیں!

قاضی : مفتی صاحب ! اگر نبی اس طرح یہود مدینہ کے دام میں آجائیں تو پھر نبوت کیا ہوئی ؟ قرآن وحدیث سے اعتبار تو اٹھ ہی جاتاہے کیونکہ ہم ان کو تورات وانجیل کے خلاف پاتے ہیں خاص کر مسیح کی شخصیت کے بارے میں اور ان کی موت کے بارے میں

ان باتوں کے دوسرے دن والی نے قاضی مفتی اور ارباب مجلس کو جمع کرکے مشورہ لینا چاہا کہ ان مسلمان مرتدوں کو جلاوطن کرنے کے لئے کون سی جگہ زیادہ مناسب ہوگی؟ اراکین مجلس نے اپنی اپنی رائے دینی شروع کی۔ جزیرہ ، روڈمیں ، آرمینیا ، کریت ، لبنان وغیرہ کے نام لے گئے ۔ والی نے قاضی کی رائے برائے لبنان پسند کی اور پوچھا کہ لبنان میں کس جگہ ؟ بڑے غور کے بعد آخر طے پایا کہ ماہ کی چودھویں کو بمقام " دیرالقمر " مسلم مرتدین کو جلاوطن کردیا جائے ۔

ماہ صفر کی چودہ تاریخ کو آدھی رات کے قریب جب کہ سب بے خبر سورہے تھے توانہیں قید خانہ سے نکال کر سوار کیا گیا اور پچاس فوجیوں کی نگرانی میں ، اپنے متعلقین سے ملے بغیر، وہ سفر پرروانہ کردیئے گئے اور دن ورات لگا تار چلتے تکلیف سفر برداشت کرتے ہوئے آخر کار آدھی رات کو منزل مقصود پہنچ گئے۔ صبح ہوتے ہی افسر فوج نے والی کا خط حاکم شہر کے حوالہ کیا ۔ اس نے بڑی محبت سے قیدیوں کو قبول کیا اور ایک آرام دہ مکان میں ان کے قیام کا انتظام کردیا۔ دوسرے دن فوج پھر واپس دمشق کے لئے روانہ ہوگئی۔

جوں ہی علماء مذکور کے متعلقین اور رشتہ داروں کو ان کی جلاوطنی کی خبر لگی، وہ روتے پیٹتے حاکم کے محل کے گرد جمع ہوگئے ۔قاضی نے ان سے گفتگو کی اور انہیں دلاسہ دیا بہت اصرار پر بھی انہیں مقام جلاوطنی کا پتہ نہیں چل پایا۔ لیکن دوماہ بعد جب کسی طرح انہیں اس جگہ کا پتہ چل گیا تو شیخ علی کے بھائی شیخ حسن اور ان کا بھتیجہ محمد اور کئی اشخاص وہاں پہنچ گئے اور ان سے لپٹ کر روئے۔سارے اہل وعیال کی خیریتیں معلوم کیں۔ اسباب ونقدی ان کے حوالہ کی اور دو ہفتہ ان کے ساتھ قیام کیا اور منجی کی بشارت کی باتیں سنتے رہے۔

چونکہ علماء مذکور نے آتے ہی بپتسمہ لے لیا تھا اب ان کے بیٹوں اور بھائیوں نے بھی جو ایمان لائے بپتسمہ حاصل کیا۔ چلتے وقت انہوں نے نصیحت کی کہ بائبل کامطالعہ اور دعا کرنا نہ بھولو سارے کام صلح اور راستی سے انجام دو۔ سب کو ہماری خیریت سے مطلع کرو!

گھر پہنچ کر انہوں نے سارے لوگوں کی عافیت وآرام کی خبر کی۔ جلاء وطنوں کو بھی اطلاع دی کہ اہلِ شہر اور حاکم نیکی اور محبت سے پیش آرہے ہیں۔

جلاء وطنوں سے بھی شہر کے لوگ ملنے آتے اور اکثر اپنے گھروں میں بھی بلاتے مسیحی فرقوں کے پیشوا بھی ان سے ملتے۔ اثناء گفتگو یہ لوگ بلا تکلف بائبل کی آیات بولتے تو وہاں کے مسیحیوں کو حیرانی ہوتی۔ وہاں انہیں ایسی محبت ملی کہ اپنا وطن بھول گئے۔ جب یہ خبر یورپ پہنچی تو بعض حکومتوں نے اپنے سوریہ کے سفراء کے ذریعہ سلطان کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ انہیں اپنے رشتہ داروں کے پاس بھیجد دیا جائے۔ اس عرضی کا اثر کافی ہوا اور سلطان نے ان کو جواب لکھا کہ :

" ہم نے ان نصرانیوں کی جلاء وطنی اسلئے نہیں کی کہ ہم آزادی کی رعایت نہیں کرتے بلکہ انکی جان بچانے اور دمشق کے متعصب لوگوں کی ایذاء سے انہیں بچانے کی خاطر یہ قدم، اٹھایا ہے اور اس طرح سے وہاں کی شورش وفتنہ کو دبایاہے۔ ان کو ہم دیرالقمر واقع لبنان میں بھیج دیا ہے جہاں کے باشندے بھی مسیحی ہیں اور وہ شام سے دور بھی نہیں ہیں، جوں ہی وہاں کے فضاء سازگار ہوئی وہ دوبارہ اپنے وطن واپس کردیئے جائیں گے۔"

ابھی جلاء وطنی کے دوسرے سال کے دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ سلطان کا حکم آیا کہ انہیں وطن عزیز کو واپس روانہ کردیا جائے اور انہیں دینی امور کے بجالانے میں پوری آزادی ہو۔ یہ سن کر شہر دیرالقمر کے لوگوں کو خوشی ۔۔۔۔ بھی ہوئی اور افسوس بھی کہ وہ ان کے جلاء وطنوں کی صحیح طور پر خدمت نہ کر پائے تھے کہ واپس ہورہے ہیں۔ علماء بھی ان کے بہت شکر گزار ہوئے اور انہیں الوداع کہا۔

رشتہ دار اور متعلقین بھی ادھر اپنی کوششوں میں لگے تھے کہ کس طرح جلاء وطنوں کی واپسی ہوجائے وہ سخت پریشان تھے اور انہیں کوئی ترکیب نہیں سوجھ رہی تھی کہ کیا کریں۔ ایک دن شیخ حسن عمر دیگر مشائخین کے بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ شیخ علی کے مکان میں اکٹھے تھے اور رہائی کی تجویز پر سوچ وبچار کررہے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ اور شیخ علی نے پکارا کہ حسن دروازہ کھولو! وہ دروازہ کھول کر شیخ علی سے لپٹ گیا سب دوڑ کر ان کے پاس آئے پھر توان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا!

صبح ہوتے ہی خبر شہر میں پھیل گئی اور تمام لوگ سوائے ناصری الدین اور اسکے ہمراہیوں کے ان سے ملنے آئے۔ احمد آفندی قوتلی بھی ملا اور برملا مسیح پر ایمان اقرار کیا!

فصل ۱۳ سیزدہم

جب مسیحی علماء کو اپنے شہر واپس آئے پانچ سال ہوگئے توشیخ علی مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے، شیخ محمود، شیخ عبدالہادی اور احمد آفندی فوتلی مع اپنے بقیہ احباب بستر کے گرد جمع ہوگئے تھے تو ان کے منہ سے یہ کلمات نکلتے رہے تھے خاصکر جب ان کے قریب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔

" وہ میرے لئے مرگیا، قرض بھی دیا-----تاکہ میں زندہ رہوں --------وہ گھڑی کیا ہی خوب ہو گی جب میں اس سے ملوں اور اس کا جلالی چہرہ دیکھوں گا-----------"

جب وفات کا دن آیا تو بزرگ علماء اسلام کی ایک جماعت ان کی عیادت کو گئی اور امام جامع مسجد شیخ عبدالحمید یوں گویا ہوئے:

" اے میرے بھائی کیا ہی عمدہ وہ دن تھے جب ہم ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ علمی بحث کرتے اور اسی طرح دن گذارا کرتے، سات سال سے اے عزیز آپ ہم سے جدا ہیں اور ضلالت کے رستہ پر گامزن ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ آپ دین مستقیم کی طرف رجوع لائیے خدا ،رسول اور قرآن پر ایمان لائیے اور حضرت محمد کی شفاعت اور اللہ سے مغفرت حاصل کیجئے!"

دوستوں نے چاہا کہ مریض کی طرف سے جواب دیں لیکن شیخ علی نے خود جواب دیا کہ:

"عزیزو! کوچ کا وقت نزدیک ہے اس وقت جواب دینے کی طاقت نہیں ہے میں آپ سے پہلے بھی اپنے مسیحی بن جانے کی وجہ بتا چکا ہوں خاص کر حاکم کے محل میں۔ اس وقت تو میں اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ قرآن میں اس امر کی نسبت شہادت عظیم موجود ہے کہ تورات وانجیل خدا کی طرف سے ہدایت اور نور بن کر آئی ہے۔ تحریف کا دعویٰ نرا بچکانہ

ہے۔ آپ ان کا مطالعہ کریں۔ اور معلوم کریں کہ ان کی ایک ہی غایت ہے کہ مسیح تمام ایمانداروں کو خلاصی اور نجات بخشنے والا ہے۔وہ منجی فرقہ یہود سے ہوگا اور انسان کا فدیہ دیگا۔ وہ دنیا میں آیا اور اپنی موت سے نجات کا کام پورا کیا انجیل اسی بات کی خوشخبری ہے۔

اے دوست! آپ اخلاص ووقار کی روح سے کتاب اللہ کا مطالعہ کیجئے شاید میری طرح خدا کے مسیح و منجی کلمتہ اللہ کو دریافت کرلیں!

میں بھی دینِ اسلام میں غیر تمند تھا لیکن جب سے کتابِ مقدس سے طریق حیات کی معرفت حاصل کی میں نے اسے رد نہیں کیا مجھے معلوم ہے کہ مسیح ہمارا منجی ہے !میرے دوستو! میرا سفر ختم ہے میں اپنے خداوند کے پاس جانے کو اب بالکل تیار ہوں مجھے موت کا ڈر نہیں کیونکہ ۔۔۔۔۔ میرے منجی نے موت کی قوت کو ختم کردیاہے ۔ میں بستر مرگ پر بھی خوشی محسوس کررہا ہوں چند گھڑی کے بعد میں اس آفتاب صداقت کی روشنی سے بہرہ ور ہونے والا ہوں ! جب وہ یہ باتیں کررہے تھے تو ان کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ شیخ علی کی پرہیزگاری اور روحانی خوشی کو دیکھ کر لوگوں پر ہیبت طاری ہوگئی وہ خاموش بیٹھے رہ گئے لیکن جب انہوں نے بزرگان نصاریٰ اور قسیسوں کو آتے دیکھا تو اٹھ کر چلے گئے۔

ہم یہ کہنا بھول ہی گئے کہ جلاوطنی سے واپسی کے بعد سید عمر حارس کے دونوں بیٹوں کو ان کے ماموؤں نے اپنی پرستی میں لے لیا اور ان کی تعلیم کا انتظام اچھی طرح کیا۔ شیخ علی جب بیمار ہوئے تو بیٹوں کی ماں ان کی عیادت کو آئیں تو شیخ نے اس کو اسکے شوہر کی وصیت یا ددلائی اور بہت سے دینی نکتے اسے سمجھاتے رہے ، وہ ایک دانا عورت تھی اسے ساری باتیں یاد تھیں، اس نے شیخ علی سے انجیل کی بابت اور مسیح کے بارے میں بعض باریک باتیں حل کیں۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اس نے اقرار کیا کہ وہ اب سے اپنے خاوند کی راہ پر چلے گی اور بیٹوں کی بھی مدد کرتی رہے گی۔ جب وہ جانے لگی تو شیخ نے روپیوں کی ایک تھیلی پیش کی اور کہا یہ میری طرف سے بیٹوں کے لئے ہے۔ اس نے شکریہ کے ساتھ اسے لے لیا اور چلی گئی۔

وہ عورت اپنے وعدہ پر قائم رہی شہر کے بہت سے لوگوں نے اس سے شادی کرنی چاہی مگر وہ انکار کرتی رہی شیخ علی نے اپنے بھائی حسن سے اس کے ساتھ شادی کرنے کی درخواست کی اور اس کے دونوں بیٹوں کی اچھی پرورش کرنیکے لئے کہا۔

چونکہ شیخ علی پر اب کمزوری کا بہت غلبہ ہوگیا تھا اس لئے سارے بال بچے اور بہن بھائی واقرباء آگئے تو شیخ صاحب ان سب کو مخاطب ہوکر تعلیم وہدایت کرتے رہے۔ بعد میں بولے کہ اے بچو! جب تمہاری ماں فوت ہوئی تو میں نے دوسری بیوی اس لئے نہیں کی کہ تم کو تکلیف ہوگی اور تمہارے سبب سے مجھے بھی رنج پہنچے گا۔ اپنے باپ کی محبت اور تکلیف کو مت بھولنا۔ میں ہمارے خداوند مسیح کے باپ کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے انجیل کے ذریعہ اپنے بیٹے کی بادشاہی میں بلایا اور یہ بخشا کہ میں اپنی وفات سے پہلے اپنے بھائیوں اور اولاد کو مسیح دین کا پابند دیکھوں گا لہذا میں اپنی جان خوشی سے شکر کے ساتھ دے رہاہوں۔ خدا نے سب کچھ مجھے دیا ہے لیکن یہ لو یہ کتاب مقدس تمہاری سب سے بڑی میراث ہے۔ اسے اپنے دل میں جگہ دو! سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا کہ انجیل کے مطابق ہی چلیں گے!

پھر اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے دوستو! اور مسیحی ایمان کی لڑائی میں میرا ساتھ دینے والو! مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ آج ہم سب حق پر قائم ہیں اور یہ کہ آپ کے اپنے اہل وعیال اور بھائی بند نے بھی خداوند کی طرف رجوع کرلیاہے۔

مجھے امید ہے کہ تم بھی میرے بعد بہت عرصہ تک خدا کے جلال کے لئے ، اس کے فضل او رنجات میں زندگی بسر کرکے آخر کار ابدی نورانی وطن میں مجھ سے ملو گے۔ بھائیو میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہیں الوداع کہوں تب وہ ان کے قریب آئے اور انہوں نے ایک ایک چوما اور خدا حافظ کہا۔

پھر خاموشی رہی اور ان کی زبان بند ہو گئی پھر گھری اور صاف آواز سے یہ کلمات کہے :

" اے خداوند یسوع مسیح میری روح کو قبول کر۔ الحمد اللہ !

سب لوگوں نے گریہ وزاری شروع کردی۔ وفات کی خبر سے سارا گھر مسلم اور عیسائی لوگوں سے بھر گیا۔ حکام نے یہ مناسب خیال کیا کہ ان کے جنازے کی قبرستان تک حفاظت کی جائے چنانچہ جنازہ نہایت احترام کیساتھ قبرستان گیا اور تدفین عمل میں لائی گئی اور قبر کی تختی پر ولادت وفات اور تاریخ ایمان درج تھیں آخر میں یہ الفاظ " اے خداوند مسیح میری روح کو قبول فرما! "

ان کے رفقا ، بہت دنوں زندہ رہے اور وعظ و نصیحت اور نیک چلنی کے ذریعہ ہر فرقہ وملت کے بہت سے لوگ مسیح خداوند کے پاس آئے ۔ مریم ، عمر حارس مرحوم کی بیوہ کے ساتھ حسن نے شادی بھی کرلی اور ان کے دونوں بیٹوں کو گھر لے آیا وہ اپنے زندگی کے تمام دنوں میں ، خوشی معرفت اور تقویٰ پر عامل رہے !